اس ناول میں شامل ہے ایڈونچر ٹائمز اسکول میگزین کا شمارہ نمبر 10

بالکل مفت

محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز
743

سیاہ کار

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

سیاہ کار

اشتیاق احمد

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	سیاہ کار
نمبر	743
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	35روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلکیشنز
D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

ایک حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا فرمایا کرتے تھے:
''اے اللہ! ہمیں دُنیا میں نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی نیکی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔''

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کار کا نام پڑھ کر آپ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے... تاہم یہ اچھی بات ہوگی کہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں گے... آپ ضرور یہ خیال کریں گے کہ اس ناول میں ایک عدد سیاہ رنگ کی کار کا کوئی عمل دخل ہوگا... اسے کسی واردات میں استعمال کیا ہوگا... اور آپ کے پسندیدہ کردار اس کار کے ذریعے مجرم کا سراغ لگائیں گے...

جی نہیں... ایسی بات نہیں ہے... بلکہ اس سیاہ کار کا مطلب اور ہی ہے... یوں تو مطلب صاف ہے، لیکن پھر بھی جب آپ ناول پڑھ لیں گے... تب صاف طور پر معلوم ہوگا کہ اس ناول کا نام آخر سیاہ کار کیوں رکھا گیا...

اس کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ کہ یہ ناول آپ کو دھوکا دے جائے گا... یعنی... آپ خیال کچھ کریں گے... ناول کچھ نکلے گا... گویا آپ کو صاف چکر دے جائے گا... چلیے یہ اچھا ہی ہے... کوئی گندا چکر نہیں دے گا... صاف چکر دے گا... اب یہ اور بات ہے کہ آپ سیاہ کار کے چکر میں چکرا کر رہ جائیں... اگر ایسا ہوا تب بھی تو یہ بات خوشی کی بات ہوگی... ہر جاسوسی ناول لکھنے والا چاہتا ہے، اس کا ہر قاری خوب چکر پر چکر کھائے... ناول کے پلاٹ کے بارے میں کوئی اندازہ نہ لگا پائے... یہاں تک کہ لکھنے والا خود ہی راز فاش کرے... لکھنے کا مطلب یہ کہ یہ ناول آپ کو اسرار سے بھرا ہوا لگے تو بات ہے....

میری تو یہی خواہش ہے... دیکھنا یہ ہے کہ آپ کیا کہتے ہیں... اور یہ آپ کے خطوط ہی بتائیں گے... یوں بھی فاروق احمد صاحب نے ناولوں کے آخر میں خطوط کی اشاعت شروع کر دی ہے... اور یہ قارئین کے لیے خوش آئندہ بات ہے...... اب آپ ناول شروع کریں... اور اس میں ڈوب کر رہ جائیں۔

اشتیاق

بے چارہ دشمن

اجمل کپاڈیہ کو ایک زبردست ٹھوکر لگی... وہ منہ کے بل گرا، ساتھ ہی کسی نے اس کے سر پر کوئی وزنی چیز دے ماری... اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا... مکمل بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے محسوس کیا... کوئی اسے دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر بُری طرح گھسیٹ رہا تھا۔

آنکھ کھلی تو اس نے محسوس کیا، اسے رسیوں سے بری طرح جکڑ دیا گیا تھا... جونہی اس نے آنکھ کھولی... کوئی ہنسا اور پھر اس کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"کیا حال ہے... میرے دشمن۔"

وہ اس آواز کو سن کر چونک اُٹھا... جان نہ سکا کہ آواز کس کی ہے... بولنے والا اس کے سامنے نہیں آیا تھا... اس نے آواز کی طرف دیکھنے کے لئے سر گھمانے کی کوشش کی... وہ ایسا نہ کر سکا... رسیوں نے اسے بری طرح جکڑ رکھا تھا...

"مجھے دیکھنا چاہتے ہو میرے دشمن... فکر نہ کرو... تم مجھے دیکھو

گے... اچھی طرح دیکھو گے... اگر خود کو دکھانا نہ ہوتا تو اس وقت تک...''

''اس وقت تک کیا۔''

اس نے پوچھنا چاہا... لیکن اس کے ہونٹوں پر تو ٹیپ چپکی ہوئی تھی۔''

''ہاہاہا... بے چارہ دشمن بول نہیں سکتا... لیکن اس میں قصور تو خود تمہارا اپنا ہے نا... ابھی جب میں تمہارے سامنے آؤں گا... تو تم فوراً جان جاؤ گے کہ میں کون ہوں اور کیا چاہتا ہوں... اب تک مارے سسپنس اور الجھن کے تمہارا برا حال ہو چکا ہوگا... تم بری طرح پیچ و تاب کھا رہے ہو گے اور تلملا رہے ہو گے... تمہارا بس نہیں چل رہا... ورنہ تم میری بوٹیاں نوچ ڈالو... لیکن میرے دشمن... آج تم میری بوٹیاں نہیں نوچ سکو گے... آج تو میں تمہاری بوٹیاں نوچوں گا... یہ بھی بتاتا چلوں، اس واردات کو مکمل کرنے کے لیے میں نے مسلسل ایک ماہ تک مشق کی ہے... بار بار اپنے نشانے کو آزمایا ہے... جو جو کام مجھے آج ابھی تھوڑی دیر بعد کرنے ہیں... اور جتنا کام میں کر چکا ہوں... اس سارے کاموں کی مشق میں ایک گھنے جنگل میں کرتا رہا ہوں... اور جب میں نے جان لیا... کہ میرا ہاتھ بہت پختہ ہو گیا ہے... میرا وار خطا نہیں جائے گا ... تب میں نے یہ قدم اٹھایا... کیونکہ قدم غلط پڑنے کی صورت میں میں تمہارے قبضے میں ہوتا اور تم مجھ سے اس سے بھی زیادہ برا سلوک کرتے... اسی لیے میں نے پہلے خوب مشق کی... خوب اپنا اطمینان کیا... اور پھر وار کیا... دیکھ لو... تم کس طرح ٹھوکر کھا کر گرے تھے... میں نے تمہاری ٹانگ میں ہاکی اڑائی تھی... اور سر پر کرکٹ کا بیٹ رسید کیا تھا... یہ دونوں چیزیں... تمہارے

دائیں پڑی ہیں... ایک کباڑیے کی دکان سے خریدی تھیں یہ میں نے... میں تم پر اس سے زیادہ پیسے خرچ بھی کیوں کرنے لگا...

ارے ارے... تم تو ہلنے جلنے کی کوشش کرنے لگے... شاید اب تم میری آواز پہچان چکے ہو... دراصل پہلے میں آواز کو بدل کر بولنے کی کوشش کرتا رہا ہوں... میں نے اس کی بھی مشق کی ہے... اگرچہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی... لیکن... مزہ جو لینا تھا... تمہیں حیرت زدہ جو کرنا تھا... سو میں کر چکا... تو اب میں تمہارے سامنے آجاتا ہوں... اگر آواز سن کر تم نے مجھے نہیں پہچانا تو اب تو پہچان ہی لو گے... کیونکہ میں نے کون سا حلیہ تبدیل کر رکھا ہے ... لو دیکھ لو... میں کون ہوں۔''

اور پھر وہ اس کے سامنے آگیا... اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی... لیکن منہ پر ٹیپ ہونے کی وجہ سے کہہ نہ سکا... بس ہل جل کر رہ گیا... اس کی یہ کوشش دیکھ کر اس کا دشمن ہنسا اور بولا...

''ہاہاہا... کتنا مزہ آرہا ہے... تم کس قدر خوف میں ڈوبے ہوئے ہو... اور کچھ کہنا چاہتے ہو... میں تمہیں اس کا بھی موقع دوں گا... مرنے سے پہلے تم باتیں کر لو... مجھ سے جو کہنا ہے... کہہ لو... لو میں ٹیپ اتار رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے ٹیپ اتار دی... اس سے جو اسے تکلیف پہنچی تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی... ساتھ ہی اس کی گردن سے خنجر کی نوک آ لگی... دشمن شوخ آواز میں کہہ رہا تھا۔

''سنو! تمہاری گردن پر خنجر کی نوک ہے... اگر آواز بلند کرنے کی

کوشش کی تو میں یہ خنجر تمہاری شہ رگ میں اتار دوں گا... خنجر تو خیر ویسے بھی اُترے گا... لیکن اس سے پہلے تم کچھ کہنا چاہو تو میں سننے کے لیے تیار ہوں۔"

یہاں تک کہہ کر اس کا دشمن خاموش ہو گیا:

"تت... تت... تم..." اس کے منہ سے دبی آواز میں نکلا۔

"ہاں... میں... خود کو میرے قابو میں دیکھ کر تم پر جو گزر رہی ہے... مجھے اس کا اندازہ ہے... لیکن کیا میں تمہاری جان لینے میں حق بجانب نہیں ہوں ... کیا تم میرے قاتل نہیں ہو... جواب دو... کیا تم میرے قاتل نہیں ہو؟"

اس کا لہجہ حد درجے سرد ہو گیا۔

رسیوں سے بندھے شخص کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... بس وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"ارے! تم تو بالکل خاموش ہو گئے... کچھ بھی نہیں بولے... میرا تو خیال تھا... تم بات کرو گے..."

"ہاں! میں بات کرنا چاہتا ہوں... تم جو کہو، کرنے کے لیے تیار ہوں... بس تم مجھے جان سے نہ مارو۔"

"جانتا ہوں... یہ تو تم اس وقت کہہ رہے ہو نا... یہاں سے اگر میں تمہیں زندہ سلامت جانے دوں تو تم میرے خلاف کیا نہیں کرو گے... کوئی کسر اٹھا نہیں رکھو گے... اپنے پالتو لوگوں کو فوراً حکم دو گے... جاؤ... اسے جان سے مار ڈالو... ورنہ وہ مجھے مار ڈالے گا... کیوں... تم یہی کرو گے نا..."

"نن... نہیں... بلکہ میں وہ کروں گا... جو تم کہو گے۔" اس نے پھر کہا۔

"ارے نہیں... اتنا سفید جھوٹ نہ بولو... میں اور تمہیں نہیں جانوں گا... مجھ سے بڑھ کر کون تم سے واقف ہو گا... اب تم اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہو... میں تمہارے گلے پر بالکل اس طرح خنجر پھیروں گا... جس طرح بکرے کو ذبح کیا جاتا ہے۔"

"نن... نہیں۔" وہ بُری طرح ہلنے لگے...

"ہلو... زور لگاؤ... خوب حرکت کرو... لیکن جب تک میں تمہیں کھول نہیں دوں گا... کچھ نہیں ہو گا..."

"مجھے کھول دو... مجھے جانے دو... میں تمہارا ہر مطالبہ مانتا ہوں۔"

"کیا سچ۔"

"ہاں بالکل سچ۔"

"اچھی بات ہے... میں تمہارا ایک ہاتھ کھول رہا ہوں... اس ہاتھ میں قلم اور کاغذ پکڑا رہا ہوں... اس کاغذ پر ساری کہانی لکھ دو... میں یہ کاغذ اپنے قبضے میں رکھوں گا... یہ تمہارے ہاتھ کی تحریر ہو گی... اور میرے قبضے میں رہے گی... پھر میں فون پر تمہیں اپنا مطالبہ بتاؤں گا... اگر تم نے پورا کر دیا تو ٹھیک ... ورنہ پھر میں وہ کاغذ آگے چلا دوں گا... تم جانتے ہی ہو... اس سے کیا ہو گا..."

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا ایک ہاتھ آزاد کر دیا گیا... اس میں قلم تھما دیا گیا... سامنے کاغذ رکھ دیا گیا... اور اسے اس طرح اوندھا لٹا دیا گیا کہ وہ سامنے ہاتھ رکھ کر اس پر لکھ سکتا تھا... گویا اس طرح اسے لکھنے کا موقع مل

رہا تھا... زندگی بچانے کا امکان پیدا ہو رہا تھا... اور اس حالت میں انسان وہ
لکھتا ہے... جو سچ ہوتا ہے... یوں بھی اگر وہ جھوٹ کا سہارا لیتا تو وہ کہاں ماننے
والا تھا... چنانچہ جو اصل بات تھی... وہ لکھتا چلا گیا... یہاں تک کہ ساری تفصیل
لکھ دی... پھر اس سے بولا:

"لو دیکھ لو۔"

"دیکھنے کی ضرورت نہیں... میں نے ساتھ ساتھ پڑھ لی ہے... اس
میں شک نہیں اس تحریر کے لکھنے میں تم نے بہت دیانت داری سے کام لیا
ہے... لیکن ظاہر ہے... یہ سچ تو تم نے اپنی جان بچانے کے لیے بولا ہے...
خیر... میرے لیے یہ تحریر بھی بہت ہے... اب میں یہاں سے رخصت ہو رہا
ہوں... تمہیں زندہ چھوڑے جا رہا ہوں... لیکن میں تمہیں کھولوں گا نہیں...
تمہیں خود ہی اپنے آپ کو کھولنا ہوگا... یا چیخ چلا کر کسی کو بلانا ہوگا... سڑک یہاں
سے کافی دور ہے... تمہاری آواز اس قدر آسانی سے سڑک تک نہیں پہنچے
گی... تمہیں چیخنا ہوگا... زور لگاؤ... اب تمہاری قسمت ہے... کوئی تمہاری
مدد کے لیے آتا ہے یا نہیں۔"

"نہیں نہیں... مجھے اس طرح چھوڑ کر نہ جاؤ... میں تمہیں لکھ کر دے
چکا ہوں۔"

"یہ کاغذ مجھ سے چھینا جا سکتا ہے... میں مصیبت میں گھر سکتا
ہوں... کیا تمہارے لیے یہ کم موقع ہے... تم اپنی جان بچانے کی کوشش
کرو... میں چلتا ہوں... تم زندہ بچ گئے تو میں انتظار کروں گا کہ تم کیا اس پر کیا

عمل کرتے ہو... کرتے بھی ہو یا نہیں... پھر میں اپنا قدم اٹھاؤں گا۔"

یہ کہ کر وہ چلتا بنا... ساتھ ہی اس نے چیخنا شروع کر دیا:

"مدد... مدد... مدد۔"

☆☆

"میرا خیال ہے... آج ہم بے خیالی میں اپنی سیر کے مقام سے کچھ
آگے نکل آئے ہیں... اب ہمیں واپس چلنا چاہیے..." محمود نے فاروق کو
مخاطب کیا۔

"ٹھیک ہے..."

وہ واپس مڑے... اسی وقت ان کے کانوں سے ایک دور کی
آواز آئی:

"مدد... مدد... مدد۔"

ان کے کان کھڑے ہو گئے:

"شاید کوئی اس طرف مدد... مدد... مدد پکار رہا ہے۔"

"ہاں! میرے کان بھی اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں۔"

"تو پھر آؤ... ذرا دیکھیں... کیا معاملہ ہے۔" محمود نے کہا۔

"کہیں... یہ ہمارے خلاف کوئی سازش نہ ہو؟"

"اللہ مالک ہے..."

دونوں اس طرف قدم اٹھانے لگے... وہ ہر روز صبح سویرے
اس طرف سیر کے لیے آتے تھے... یہ ان کا برس ہا برس کا معمول تھا... تیز تیز

چلتے وہ رسیوں سے بندھے ایک شخص کے پاس پہنچے... وہ مدد... مدد... مدد پکار
رہا تھا...

"ارے ارے بھائی... کیا ہو گیا ہے تمہیں... کیوں بندھے پڑے
ہو یہاں... بھلا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔" فاروق نے بوکھلائی ہوئی آواز میں
کہا۔

"حد ہو گئی... ہے کوئی تک اس بات کی۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"پپ پتا نہیں... ویسے بھی میں نے بات اس بندھے ہوئے شخص
سے کی ہے... نہ کہ تم سے۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"خدا کے لیے مجھے کھول دو۔"

"اچھی بات ہے... کھول دیتے ہیں... لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کو
بتانا پڑے گا۔"

"بتانا پڑے گا... کیا بتانا پڑے گا۔"

"یہ کہ آپ کو باندھ کر یہاں کس نے ڈالا ہے۔"

"ہاں ہاں... کیوں نہیں... ضرور بتاؤں گا... بلکہ میں تو خود یہاں
سے بالکل سیدھا اپنے گھر جانا چاہتا ہوں... یہاں ذرا دیر کے لیے بھی نہیں رکنا
چاہتا۔"

"خیر... بالکل سیدھے تو آپ نہیں جا سکیں گے۔"

"وہ کیوں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس لیے کہ یہ سڑک شہر پہنچنے تک کبھی دائیں ہوتی ہے، کبھی بائیں۔"

"حد ہو گئی... آپ کو مذاق کی سوجھ رہی ہے۔"

"ہم آپ کو آپ کے گھر پہنچا دیتے ہیں... لیکن یہ... یہ کیا... یہاں
تو کئی چیزیں بکھری پڑی ہیں... ایک عدد ہاکی... رسی کے ٹکڑے... خنجر...
آپ زخمی بھی ہیں...... آپ کے سر پر کوئی وزنی چیز ماری گئی ہے... یا پھر اس
بیٹ سے ضرب لگائی گئی ہے... وہ کون تھا... جس نے یہ سب کیا ہے۔" محمود
نے جلدی جلدی کہا۔

"وہ کوئی ڈاکو تھا... میں اس طرف روزانہ سیر کرنے کے لیے آتا
ہوں... یہ میرا برس ہا برس کا معمول ہے... ہر روز کی طرح میں یہاں سے
گزرنے لگا تو مجھے ایک زبردست ٹھوکر لگی، میں منہ کے بل گرا... یہ دیکھ نہیں
رہے... میری پیشانی پر چوٹ آئی ہے۔"

"بالکل دیکھ رہے ہیں... آپ کی پیشانی نیلی ہو گئی ہے... آپ کو
فوری علاج کی ضرورت ہے... کیا آپ اس حالت میں پیدل اپنے گھر تک جا
سکیں گے... فاروق مسکرایا۔

"جانا ہی ہوگا..." اس نے منہ بنایا۔

"لیکن کیوں... آپ یہاں سے گھر والوں کو فون کر دیں... اگر
آپ کے پاس ایک آدھ کار ہے تو گھر کا کوئی فرد کار لے کر آ جائے گا... ورنہ
ٹیکسی لے آئے گا..." محمود نے مشورہ دیا۔

"ایک کار... کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے طنزیہ انداز اختیار کیا۔

"کیا مطلب... کیا آپ کے پاس بہت سی کاریں ہیں۔" محمود

چونکا۔

''ہاں! میرے پاس تو تین کاریں ہیں۔'' اس کے انداز میں فخر تھا۔

''مطلب یہ کہ آپ ایک ہی وقت میں تین کاروں پر بیٹھتے ہیں۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

اس نے فاروق کو گھورا... پھر جھلا کر کہا:

''مجھے تم لوگوں کی مدد کی ضرورت نہیں... تم جا سکتے ہو... میں خود ہی جانے کا کوئی انتظام کر لوں گا۔''

''اچھی بات ہے جناب! آپ کی مرضی... ہم چلے جاتے ہیں... لیکن۔'' محمود کہتے کہتے رک گیا۔

''لیکن کیا؟'' اس نے پوچھا۔

''آپ کا کہنا ہے... وہ کوئی ڈاکو تھا...''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''اس نے کوئی چیز آپ کی ٹانگوں میں اڑائی تھی... شاید یہ ہاکی ہی اڑائی ہوگی... آپ اوندھے منہ گرے۔ آپ کو چوٹ لگی... پھر اس کے بعد اس نے کیا کیا۔''

''کرنا کیا تھا... پہلے تو اس نے مجھے رسیوں سے باندھ دیا... پھر میری جیبیں خالی کر کے چلتا بنا۔''

''اس سے پہلے اس نے کیا کیا... وہ سڑک کے کنارے سے یہاں تک آپ کو کیا اٹھا کر لایا تھا۔''

''نہیں گھسیٹ کر۔''

''اوہ اچھا... لیکن ہم یہاں ٹیپ بھی پڑی دیکھ رہے ہیں۔'' محمود کے لہجے میں الجھن تھی۔

''ہاں! اس نے میرے منہ پر ٹیپ بھی چپکا دی تھی... تاکہ میں شور نہ مچا سکوں۔''

''یہاں تک تو بات ٹھیک ہے... لیکن اس ساری کارروائی میں عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنا خنجر یہاں کیوں چھوڑ گیا؟''

''بے خیالی میں چھوڑ گیا...''

''اور اس نے آپ کا ایک ہاتھ کیوں کھول دیا...'' محمود نے پوچھا۔

''ایک ہاتھ...'' اس کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! جانے سے پہلے اس نے آپ کا ایک ہاتھ کیوں کھول دیا۔''

''اس سوال کا جواب تو وہی دے سکتا ہے... شاید اس نے سوچا ہوگا کہ کہیں میری مدد کے لیے کوئی ادھر نہ آ سکے... ایسی صورت میں میں ایک ہاتھ کھول تو لوں گا۔''

''ہوں! اس سے پہلے ہم آپ کی رسیوں کو کاٹیں... ہم جاننا چاہتے ہیں... وہ جو آپ کی جیبوں کا صفایا کر گیا ہے... تو آپ کی جیبوں میں کل نقدی تھی کتنی؟''

''میں نے بتایا نا... میرے پاس تو تین کاریں ہیں... تو کیا آپ نے اس سے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ میں بہت دولت مند ہوں۔''

”یہ اندازہ لگا چکے... آپ یہ بتائیں... وہ کتنی نقدی لے گیا۔“

”میری جیب میں پچاس ہزار کے لگ بھگ تھے۔

”اچھی بات ہے۔ کیا ہم آپ کی تلاشی لے سکتے ہیں؟“

”نہیں...“ اس کا لہجہ سخت ہو گیا۔

”لیکن کیوں نہیں لے سکتے۔“

”تم دونوں بھلا میری تلاشی کیوں لینا چاہتے ہو۔“

”ہم آپ کے بیان کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں...“

”آپ کو اس سے کیا... آپ بس میری رسیاں کھول دیں...“

”یہی تو مشکل ہے۔“

”کیا مشکل ہے۔“

”جس شخص نے آپ کو اتنے اہتمام سے گرایا... جس نے ایک ایک چیز کا خیال رکھا، اس ہاکی اور خنجر تک کا انتظام کیا... وہ اتنا بے پروا کیسے ہو گیا کہ اپنا خنجر بھی واردات کے بعد ساتھ نہیں لے گیا... آخر کیوں۔“

”میں نے کہا نا... اس سوال کا جواب وہی دے سکتا ہے۔“

”اور یہاں ایک قلم بھی پڑا ہے... آپ کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر قدرے روشنائی بھی لگی ہوئی ہے... کیا آپ اس کی وضاحت کرنا پسند کریں گے۔ اس نے کچھ لکھا تھا... یا آپ نے...“

”میں... میں۔“ وہ اٹک کر رہ گیا... اچانک اس نے محسوس کیا... اب تک وہ جنہیں عام سے لڑکے سمجھ کر بات کرتا رہا ہے... وہ کوئی عام لڑکے

نہیں ہیں... انہوں نے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا...

”بولیے... آپ رک کیوں گئے... اس نے جانے سے پہلے آپ کا ہاتھ کیوں آزاد کیا... آپ کے ہونٹوں سے ٹیپ کیوں اتاری... اس طرح تو آپ شور مچا کر اس کے لیے خطرہ بن سکتے تھے۔“

”پتا نہیں... اس کے ذہن میں کیا تھا۔“

”ذرا ان کی تلاشی لینا بھئی۔“

”نہیں... خبردار... تم میری تلاشی نہیں لے سکتے... کہیں تم بھی میری نقدی...“ وہ کہتے کہتے اچانک رک گیا... اسے ایک جھٹکا لگا۔

”ہاں ہاں... کہیے... رک کیوں گئے... کہیں ہم آپ کی نقدی نہ لے اڑیں... لیکن جناب... نقدی تو آپ کی وہ پہلے ہی لے جا چکا ہے۔“

”بھول میں یہ بات میرے منہ سے نکل گئی۔“

”یار بھائی... ان کی تلاشی لو۔“

”اس پر بھی غور کر لو... ان کا ایک ہاتھ آزاد ہے۔“

”ہاں... وہ تو خیر ہے... پھر۔“

”تم ان کا ہاتھ پکڑے رکھو... تاکہ یہ تلاشی لینے میں رکاوٹ نہ ڈالیں اور میں آسانی سے تلاشی لے سکوں۔“

”ہوں... ٹھیک ہے۔“

اب محمود نے آگے بڑھ کر اس کا بازو کلائی سے پکڑ لیا... اس نے چھڑانے کے لیے زور لگایا... لیکن چھڑا نہ سکا... حالانکہ وہ محمود کے مقابلے

میں دوگنا تو ضرور تھا... اس پر اسے حیرت ہوئی، ادھر محمود نے کہا:

"بلاوجہ اپنی طاقت خرچ نہ کریں... یہ بازو آپ نہیں چھڑا سکیں گے... چلو بھئی تلاشی لو۔"

"آدھے آدھے۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا آدھے آدھے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"یار تم آدھے آدھے کا مطلب نہیں سمجھتے۔"

"تمہارا مطلب ہے ففٹی ففٹی۔"

"ہاں بالکل... اللہ تمہارا بھلا کرے۔"

"دیکھا... میں نے کہا تھا نا... تم میری نقدی..." وہ پھر کہتے کہتے رک گیا۔

"آپ کو ڈر کس بات پر ہے اب... نقدی تو وہ ڈاکو پہلے ہی لے گیا۔"

"ہاں! واقعی..."

اور پھر فاروق نے اس کی جیبوں کی تلاشی لے ڈالی... اب تو وہ حیران رہ گئے... اس کی جیبوں میں کافی نقدی تھی... ایک جیب میں تو سونے کی ایک وزنی سی زنجیر بھی تھی۔

"بڑا عجیب ڈاکو تھا... اچھی طرح باندھنے کے بعد... ہونٹوں پر ٹیپ لگانے کے بعد بھی ساری نقدی جوں کی توں چھوڑ گیا... اور جناب کہہ رہے تھے... وہ ساری نقدی لے گیا۔"

اب اس کے منہ سے کوئی جواب نہ بن پڑا... اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا...

"یہ کیا ہے جناب... کیا یہ نقلی نوٹ ہیں... اور سونے کی یہ زنجیر بھی نقلی ہے۔"

"نن... ہاں..." اس نے منہ بنایا۔

"یہ نن ہاں کیا ہوتا ہے بڑے بھائی۔" فاروق بولا۔

"مطلب یہ کہ اس نے ہاں بھی کہا ہے اور نہیں بھی... تم اتنا نہیں سمجھتے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"سمجھتا تو ہوں... میں تو اس کے منہ سے نکلوانا چاہتا تھا۔"

"اب اس کے منہ سے کیا نکلے گا... یہ نوٹ سو فیصد اصلی ہیں... یہ زنجیر بھی اصل سونے کی ہے... اور کافی قیمتی ہے... بات صرف اتنی سی ہے کہ اس شخص نے اسے لوٹنے کی کوشش سرے سے نہیں کی... اس نے اس کی جیبوں کی تلاشی تک نہیں لی... کیوں جناب! یہی بات ہے نا۔"

"ہاں! یہی بات ہے... میں نے اس سے زیادہ عجیب ڈاکو آج تک نہیں دیکھا۔"

"فکر نہ کریں... آئندہ زندگی میں بھی نہیں دیکھیں گے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"اب... اب تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے..."

"پروگرام کیا ہے... یہ نقدی... اب ہماری جیبوں میں جائے گی اور

خنجر تمہارے گلے پر پھرے گا... وہ تو بے وقوف تھا... ہم کیوں اس کی بے وقوفی کو دہرائیں۔"

"نن نہیں... نہیں..." وہ کانپ گیا۔

"ویسے اگر تم۔" محمود کہتے کہتے رک گیا۔

"ویسے اگر میں کیا۔"

"اصل بات بتا دو تو ہم یہ نقدی تمہاری جیبوں میں واپس رکھ دیں گے۔"

"اچھی بات ہے... رکھ دو پھر یہ میری جیبوں میں۔"

"پہلے آپ اصل بات بتائیں۔"

"اصل بات... کیا مطلب؟"

"وہ کون تھا... کم از کم وہ ڈاکو نہیں تھا... ڈاکو لوگ نقدی چھوڑ کر نہیں جایا کرتے اور سونے کی چیزوں کے تو وہ عام طور پر بھوکے ہوتے ہیں۔"

"ہوں... میں نہیں جانتا... اس نے ایسا کیوں کیا۔"

"اچھی بات ہے... اگر آپ نہیں بتائیں گے... تو ہم آپ کو اسی حالت میں چھوڑ جائیں گے البتہ یہ نقدی واپس آپ کی جیبوں میں ٹھونس دیتے ہیں۔"

"کک... کیا مطلب؟" اس کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"بات یہ ہے کہ ہم کوئی چور اچکے نہیں ہیں... بلکہ چور اچکے چوہدری بھی نہیں ہیں..."

یہ کہ کر انہوں نے اس کی نقدی واپس جیبوں میں رکھ دی اور جانے کے لیے مڑے، ساتھ ہی انہوں نے کہا:

"اچھا خدا حافظ... آپ جہاں ہیں، جس حال میں ہیں... خوش رہیں... اور ہاں اپنی خیریت کی اطلاع بھی دیتے رہیے گا..."

"ٹھہرو... ٹھہرو... تم مجھے کھول دو... تم بہت اچھے بچے لگتے ہو... ورنہ اس حالت میں یہ نقدی لے اڑنا تمہارے لیے کیا مشکل تھا... میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔"

"ہم نے معاف کیا... لیجیے... ہم ٹھہر بھی گئے... اب فرمایئے... ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔" فاروق نے شوخ لہجے میں کہا۔

"میری رسیاں کھول دیں... ایک ہاتھ سے یہ مجھ سے نہیں کھل سکیں گی۔"

"کھول دیتے ہیں... بس آپ یہ بتائیں... وہ کون تھا... جس نے آپ کو باندھا اور وہ کیا چاہتا تھا۔"

"وہ میرا ایک دشمن تھا... مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا... لیکن پھر نہ جانے کیا ہوا... اسے کیوں مجھ پر ترس آ گیا... بس مجھے اس حالت میں چھوڑ کر چلا گیا..."

"اب آپ نے سچ بولا ہے... اب ذرا یہ بھی بتائیں... وہ آپ کا دشمن کیوں ہے۔"

"اوہو... آخر آپ یہ کیوں جاننا چاہتے ہیں..."

”ہمیں نہ جانے کیوں اس معاملے سے بہت دلچسپی محسوس ہو رہی ہے۔“

”یہ میرا ایک ذاتی راز ہے... آپ اس کو گھریلو راز بھی کہہ سکتے ہیں... اور کسی کا گھریلو راز جاننا کیا اچھی بات ہے۔“

”نہیں... یہ تو واقعی اچھی بات نہیں... خیر... آپ اس دشمن کا نام تو بتا دیں۔“

”ہاں! ضرور... اس کا نام اکرم بیگ ہے۔“

”یہ صاحب کہاں رہتے ہیں۔“

”حد ہو گئی... آپ تو پیچھے ہی پڑ گئے ہیں... جائیے... نہیں بتاتا میں۔“ اس نے بھنا کر کہا۔

”اچھی بات ہے... ہم جا رہے ہیں۔“

”ارے ارے... نہیں... رک جائیں۔“

”اکرم بیگ سرور کالونی میں رہتا ہے... مکان نمبر L.641 ہے۔“

”اور آپ کا نام۔“

”میں راجہ گھونگی ہوں...“

”آپ کا پتا۔“ محمود نے کہا... وہ ساتھ ساتھ لکھتا جا رہا تھا...

”وزیر ٹاؤن کوٹھی نمبر 109۔“

”اب ایک آخری فرمائش... اس کے بعد ہم آپ کو کھول دیں گے۔“

”اور وہ کیا؟“ اس نے برا سا منہ بنایا۔

”یہ کہ آپ کا اور اکرم بیگ کا فون نمبر کیا ہے۔“

”میرا نمبر لکھ لیں... اس کا مجھے معلوم نہیں... اگر میری اس بات پر اعتبار نہیں تو آپ مجھے بے شک یونہی چھوڑ کر چلے جائیں... اس لیے کہ اب میں تنگ آ گیا ہوں... آپ کے سوالات سے... آپ لوگ کس قدر عجیب ہیں... ایک بندھے ہوئے شخص کو کھول نہیں رہے اور باتیں کیے جا رہے ہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنا نمبر لکھوا دیا... وہ یہ تھا 5577361۔

”یار بھئی... اب انہیں کھول ہی دیتے ہیں۔“ محمود بولا۔

”ٹھیک ہے... میں کھولتا ہوں... تم ذرا یہ نمبر ڈائل کر کے دیکھ لو۔“

”اس کی کیا ضرورت ہے۔“ وہ چلا اٹھا۔

”تصدیق ہو جائے گی۔“

”بھاڑ میں جاؤ تم...“ وہ دھاڑا۔

”اس کا مطلب ہے... آپ نے نمبر غلط بتایا ہے... اور نام بھی غلط بتایا ہے... اس طرح حملہ آور کا نام بھی غلط بتایا ہے... یہی بات ہے نا۔“

”ہاں ہاں... یہی بات ہے... لو اب میں درست نام اور نمبر بتا رہا ہوں... اب اچھی طرح تصدیق کر لیں، میرا نام اجمل کپاڑیا ہے...“

”کیا!!!“

ان دونوں کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا:

☆☆☆

ملاقاتی

انہیں اس طرح حیران ہوتے دیکھ کر اس نے بھی انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا، پھر بولا:

''کیوں... کیا ہو گیا؟'' یہ کہتے وقت وہ مسکرایا بھی، اگرچہ اس وقت اس کے لیے مسکرانا بھی ذرا مشکل کام تھا۔

''ہمارے شہر میں ایک اجمل کپاڈیہ بہت مشہور و معروف آدمی ہیں... ان کی بہت بڑی جائیداد ہے۔ وہ ایک مشہور و معروف ہوٹل کے مالک ہیں... ان کا ہوٹل پورے شہر میں مشہور ہے... اس ہوٹل کا بزنس اس قدر زبردست ہے کہ بس پورے شہر میں اس سے زیادہ کوئی ہوٹل بھی کامیاب نہیں... کیا آپ وہی اجمل کپاڈیہ ہیں۔''

''ہاں! میں وہی ہوں۔''

''تب یہ واردات کوئی عام واردات نہیں ہو سکتی... اور یہ تو صاف ظاہر ہے... اس شخص نے جس کا نام آپ اکرم بیگ بتاتے ہیں... آپ کی دولت کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا... مہربانی فرما کر بتائیں... وہ آپ سے کیا چاہتا

تھا... اور اس کا اصل نام کیا ہے۔''

''اس کا اصل نام اکرم بیگ ہی ہے... اس نام سے اس نے کچھ عرصہ سے فون کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے... فون پر وہ صرف یہ بات کہتا ہے... میں تم سے انتقام لے کر رہوں گا... یہ کہتے ہی فون بند کر دیتا ہے... مجھے کوئی بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتا... آج اس نے یہاں اچانک یہ حرکت کی... میں سیر کے لیے روزانہ اس طرف باقاعدگی سے آتا ہوں... وجہ اس نے آج بھی نہیں بتائی... اس کے انداز بتا رہے تھے کہ وہ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے... لیکن اس نے ایسا کیا نہیں اور اچانک مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔

''اس نے آپ کا ہاتھ کس لیے کھولا تھا۔'' محمود نے پوچھا۔

''وہ مجھ سے کوئی تحریر لکھوانا چاہتا تھا... لیکن پھر اس نے یہ ارادہ بھی تبدیل کر دیا اور ایسے ہی چلا گیا۔''

''میرا خیال ہے... اب آپ کسی حد تک سچ بول رہے ہیں۔''

''میں نے مکمل طور پر سچ بول دیا ہے... آپ یقین کریں یا نہ کریں... لیکن ذرا یہ تو بتائیں... آپ کون ہیں... میں نے اس عمر میں اس طرح سوالات پوچھتے کسی کو نہیں دیکھا۔''

''اللہ کا شکر ادا کریں... آج تو دیکھ لیا ہے... میں محمود ہوں اور یہ فاروق۔''

''یہ تو آپ کے نام ہیں... آپ کرتے کیا ہیں۔''

"ہم پڑھتے ہیں... اب ہم آپ کو کھول رہے ہیں... پسند کریں تو ہم آپ کو آپ کی کوٹھی تک پہنچا سکتے ہیں... ورنہ پھر آپ خود چلے جائیں۔"

"میں... ہاں میں چلا جاؤں گا۔"

"ویسے آپ اتنے بڑے آدمی ہیں... آپ کو تو اس طرح اکیلے سیر کے لیے آنا ہی نہیں چاہیے، دو تین باڈی گارڈ ساتھ لے کر چلا کریں۔"

"اب یہی کیا کروں گا۔" اس نے کہا۔

انہوں نے اسے کھول دیا... اس نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا اور لگا جانے... رسیوں اور خنجر کی طرف اس نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا... جب وہ کچھ فاصلے پر چلا گیا تو محمود نے کہا:

"مجھے تو دال میں کچھ کالا لگتا ہے... اور میرا خیال ہے... یہ صاحب اب بھی جھوٹ بول رہے ہیں... ویسے لگتا ہے... انہوں نے اس مرتبہ اپنا نام درست بتایا ہے۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے... ہمیں اس کا تعاقب کرنا چاہیے... اس طرح کہ اسے پتا نہ چلے... کم از کم اس طرح ہمیں یہ یقین ہو جائے گا کہ یہ اصل اجمل کپاڈیہ ہے یا نہیں۔"

"ہوں... یہ ٹھیک رہے گا... میں خنجر اور رسیوں کو ایک شاپر میں ڈال لیتا ہوں۔" یہ کہہ کر محمود نے اپنی جیب سے شاپر نکال لیا... اس قسم کی چیزیں وہ اپنی جیب میں رکھنے کے عادی تھے... محمود نے احتیاط سے یہ دونوں چیزیں شاپر میں ڈال لیں... خنجر اس طرح اٹھایا تھا کہ اس پر سے انگلیوں کے نشانات

نہ مٹ جائیں...

اب دونوں مناسب فاصلے سے اس کا تعاقب کرنے لگے... وہ درختوں کے درمیان سے آگے بڑھ رہے تھے... تاکہ اگر وہ مڑ کر دیکھے تو انہیں دیکھ نہ سکے... یوں اس نے اب تک ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا... شاید اسے یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ وہ اس کا تعاقب بھی کر سکتے ہیں... اس طرح چلتے چلتے آخر وہ شہر میں داخل ہو گئے... اب انہیں فاصلہ اور زیادہ کرنا پڑا۔

"ہوشیار رہنا... کہیں یہ صاحب کوئی ٹیکسی نہ پکڑ لیں۔" محمود بولا۔

"کوئی پروا نہیں... اگر یہ نکل بھی گیا... تو بھی ہم ہوٹل جا کر اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ یہ اجمل کپاڈیہ ہے یا نہیں۔"

"لیکن اس صورت میں ہم اس کا سراغ کھو دیں گے... اگر یہ اجمل کپاڈیہ نہ ہوا۔"

"لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔"

دونوں نے تعاقب جاری رکھا... آخر خدا خدا کر کے وہ ایک کوٹھی میں داخل ہو گیا... وہ اپنی رفتار سے چلتے اس کوٹھی کے سامنے سے گزر گئے... انہوں نے دیکھا... نام کی تختی پر اجمل کپاڈیہ ہی لکھا تھا...

"چلو! یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ اجمل کپاڈیہ ہے۔"

"اب ہم بھی اپنے گھر کا رخ کرتے ہیں... کیا خیال ہے۔" فاروق بولا۔

"ہاں! ان صاحب کی وجہ سے کافی دیر ہو گئی ہے... ابا جان خوب خبر

لیں گے۔"

"ہم انہیں ساری بات بتادیں گے۔"

"فرزانہ پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑے گی... ہم دونوں کو آڑے ہاتھوں لے گی۔"

"اصل بات بتادینے کی صورت میں بھلا وہ کس طرح آڑے ہاتھوں لے گی ہمیں... اور اگر اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو پھر ہم بھی اس سے سمجھ لیں گے۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"الجبرا تو وہ تمہیں سمجھا نہیں سکے گی۔" محمود مسکرایا۔

فاروق اسے گھور کر رہ گیا... دونوں گھر پہنچے... گھنٹی بجانے پر فرزانہ نے دروازہ کھولا اور پھر اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی:

"لگتا ہے... سیر کے دوران کوئی خاص واقعہ پیش آگیا ہے۔"

"کیسے اندازہ لگایا؟" محمود چونکا۔

"تمہارے ہاتھ میں ایک شاپر ہے... اس میں ایک خنجر ہے... اور رسی بھی ہے... اس سے یہ اندازہ لگانا کیا مشکل ہے کہ کوئی واقعہ پیش آگیا ہے۔"

"ہوں! تم ٹھیک کہتی ہو... اندر چلو... آرام سے بیٹھ کر بتاتے ہیں۔"

وہ صحن میں آبیٹھے... اسی وقت محمود نے چونک کر کہا:

"اور ابا جان کہاں ہیں..."

"وہ کسی ضروری کام سے گئے ہیں... آئی جی صاحب کا فون آیا تھا۔"

"اوہ اچھا۔" دونوں بولے۔

"ہاں تو اب ہو جائے تفصیل۔"

انہوں نے پوری بات سنا دی... فرزانہ کی پیشانی پر لکیریں نمایاں ہو گئیں... پھر اس نے اچھل کر کہا:

"آؤ چلیں۔"

"ارے ارے... کہاں جا رہی ہو۔"

"ہمیں ابھی اور اسی وقت اجمل کپاڈیہ سے ملنا ہے۔"

"لیکن کیوں... اب ہم اس سے مل کر کیا کریں گے... اس نے جو بتانا تھا، بتا چکا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اس سلسلے میں کہیں نہ کہیں کوئی گڑ بڑ ضرور ہے... مجھے تو یہ معاملہ بہت پراسرار لگتا ہے... اب ہم اس سے ملاقات کر کے اپنا تعارف کرائیں گے... اور اس کے بعد انہیں کریدیں گے..."

"چلو ایسا کر لیتے ہیں... اگرچہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔"

"لیکن ایسا کر لینے میں حرج کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے... چلو۔"

وہ تینوں اجمل کپاڈیہ کی کوٹھی پہنچے... دروازے پر دو خونخوار قسم کے چوکیدار موجود تھے... وہ تھے بھی مسلح...

"ہمیں اجمل کپاڈیہ صاحب سے ملنا ہے۔"

"کون ہو تم... چلو بھاگو۔"

"ہائیں کیا کہا... چلو بھاگو..." فاروق نے بھنا کر کہا۔

"ہاں ایسی کہا ہے... چلو بھاگو... آجاتے ہیں چندہ لینے۔"

"اے... اے... زبان سنبھال کر... ہم چندہ مندہ لینے نہیں آئے... ہمارے کارڈ اجمل کپاڈیہ تک پہنچا دیں..." یہ کہہ کر محمود نے کارڈ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیے۔

انہوں نے کارڈوں کی طرف دیکھا... پھر ہنس دیے... ایک نے کہا:

"جاتے ہو یا نہیں... یا پھر تمہیں پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔"

"کیوں بھئی... کیا جرم کیا ہے ہم نے۔"

"جرم ثابت کرنا پولیس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے... ہم جو اسے بتا دیں گے، وہی الزام تم دونوں پر لگا دیا جائے گا... لہٰذا چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

"اب تو نہیں نظر آئیں گے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"اچھا ہی کرو گے... نظر نہ آؤ۔" چوکیدار مسکرایا۔

"اوہو... آپ غلط سمجھے... مطلب یہ تھا کہ اب تو چلتے پھرتے نظر نہیں آئیں گے... بلکہ اجمل کپاڈیہ صاحب سے مل کر ہی جائیں گے۔"

"کیا کہا... اجمل کپاڈیہ۔" دوسرا چوکیدار دھاڑا۔

"کیوں... کیوں... کیا ہوا؟" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"تم نے ہمارے صاحب کا کیا نام لیا۔"

"کیا ان کا نام اجمل کپاڈیہ نہیں ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بالکل ہے... لیکن تم نے ان کا نام اجمل پکا ڈیہ لیا ہے۔"

"اوہ... معاف کیجیے گا... زبان پھسل گئی... جان بوجھ کر ایسا نہیں بولا... میری زبان اکثر پھسل جاتی ہے... ایک مرتبہ گاجر مولی کو موجر گالی کہہ گیا تھا..."

"بھاڑ میں گئی تمہاری زبان۔" پہلا چوکیدار جل کر بولا۔

"جی نہیں... بھاڑ میں نہیں گئی... آپ شاید اپنا تجربہ دہرا رہے ہیں۔"

"ارے بابا... تم ہو کون اور جاتے کیوں نہیں... دماغ کیوں چاٹ رہے ہو ہمارا۔"

"ہم اجمل پکا کپاڈیہ سے ملنے کے لیے آئے ہیں... ہمیں ان سے ضروری کام ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ ہمیں جانتے ہیں۔"

"کک... کیا... کیا کہا۔" دونوں دھک سے رہ گئے۔

"وہ ہمیں جانتے ہیں۔" محمود بولا۔

"یہ... یہ بات آپ نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔"

"ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ بات اس قدر اہم ہے..." فاروق نے منہ بنایا۔

"لائیے... دیجیے کارڈ... اور اس طرف اندر لان میں آکر بیٹھ

جائیے۔"

"شکریہ! یہ ہوئی نا بات۔"

پھر وہ کارڈ لے کر چلا گیا... البتہ دوسرا ان کے پاس ہی چوکس کھڑا رہا۔

"ہم چور نہیں ہیں... آپ باہر جا کر کھڑے ہو جائیں۔"

"جی نہیں... جب تک آپ دونوں کی طرف سے اطمینان نہیں ہو جاتا... اس وقت تک میں یہیں کھڑا رہوں گا..."

"تمہاری مرضی۔" فاروق نے کندھے اچکائے۔

اسی وقت اندرونی دروازہ کھلا اور اس سے ایک صاحب برآمد ہوئے... ان پر نظر پڑتے ہی محمود اور فاروق بہت بری طرح اچھلے:

☆☆☆

اکرم بیگ

کوٹھی سے باہر آنے والے شخص شہر کے سب سے مشہور وکیل تھے۔ ان کا نام ناصر شیراز تھا... وہ ان سے بہت اچھی طرح واقف تھے اور ناصر شیراز بھی انہیں اچھی طرح جانتے تھے...

"اوہو! آپ یہاں؟" ناصر شیراز کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"ہماری طرف سے بھی یہی جملہ سمجھ لیں۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا آپ کو کپاڈیہ صاحب سے کچھ کام ہے۔"

"ہم بھی آپ سے یہی پوچھ لیتے ہیں۔" محمود نے فوراً کہا۔

"میں تو خیر ان کا وکیل ہوں... ان کے ہوٹل کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔"

"اوہ اچھا!" محمود نے فوراً کہا۔

"اور... آپ لوگ کس سلسلے میں یہاں آئے؟" اس نے پوچھا۔

"صبح کی سیر کے دوران جو واقعہ اجمل کپاڈیہ صاحب کو پیش آیا...

اس واقعے میں ہم شامل ہیں... کیا انہوں نے آپ سے ذکر نہیں کیا۔''

''جی... جی نہیں تو، میں تو ایک پرانی کاروباری فائل کے سلسلے میں بات کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔''

''اوہ اچھا... ویسے بہتر یہ تھا کہ وہ آپ سے ذکر کر دیتے... اس طرح آپ ان کی وکالت کا حق تو ادا کر سکتے تھے۔''

''وہ اپنے معاملات کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں... اگر انہوں نے کسی وجہ سے اس معاملے کو مجھ سے چھپایا ہے... تو یہ ان کی مرضی ہے... میں ان سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مجھے اس معاملے سے آگاہ کریں... ویسے... کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے... وہ واقعہ ہے کیا...'' وکیل کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں! کیوں نہیں...'' محمود نے کہا اور پھر واقعہ سنا دیا... ناصر شیراز غور سے سنتے رہے... پھر اس کے خاموش ہونے پر بولے:

''اس میں شک نہیں کہ یہ معاملہ بہت پراسرار ہے... اور کپاڈیہ صاحب کو مجھے تفصیل سے بتانا چاہیے تھا... حیرت ہے، انہوں نے ذکر کیوں نہیں کیا... خیر میں ان سے ابھی پوچھ لیتا ہوں... لیکن فی الحال یہ بتائیں... آپ کس سلسلے میں آئے ہیں۔''

''اسی سلسلے میں... اس وقت کپاڈیہ صاحب بہت پریشان تھے... ہم نے ان سے زیادہ کرید نہیں کی... لیکن اب ہم ان سے اس سلسلے میں وضاحت طلب کرنا چاہتے ہیں۔''

''کہنے کو تو آپ کی بات کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا اس

معاملے سے کوئی تعلق نہیں...'' وکیل ناصر شیراز نے کہا۔

''تب پھر آپ نے کہا کیوں نہیں۔'' محمود نے برا سا منہ بنایا۔

''میں پہلے کپاڈیہ صاحب سے بات کرتا ہوں پھر آپ کو جواب دوں گا... آئیے آپ بھی ساتھ ہی چلیے۔''

''جی نہیں۔'' محمود نے انکار میں سر ہلایا۔

''جی نہیں کیا۔'' ناصر شیراز نے حیران ہو کر کہا۔

''میرا مطلب ہے... پہلے آپ ہمارے لیے اجازت لے لیں... پھر ہم آپ کے ساتھ اندر جائیں گے۔''

''اوہ ہاں... اچھا... یہ واقعی اچھی بات ہے...'' وکیل نے کہا اور دروازے پر موجود چوکیدار سے بولا:

''آپ صاحب کے پاس جائیں... ان سے کہیں انسپکٹر جمشید کے بچے آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں... اور ان کے ساتھ میں بھی اندر آؤں گا۔''

''جی اچھا... وکیل صاحب۔'' اس نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اندر چلا گیا۔

''ہوٹلوں کی دنیا میں انہوں نے اتنا نام کیسے کما لیا۔''

''ان کے ہوٹل کے کھانے پورے ملک میں بہت خاص سمجھے جاتے ہیں... بلکہ اب تو ملک سے باہر بھی یہ شہرت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔''

''اوہو اچھا...'' ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔ پھر فرزانہ

نے پوچھا:

"تب پھر انہیں یہ کام کرتے ہوئے ایک عرصہ دراز ہو گیا ہوگا... بلکہ یہ کام ان کے والد نے شروع کیا ہوگا۔"

"جی نہیں... یہ بات نہیں ہے... انہیں یہ کام کرتے زیادہ عرصہ نہیں ہوا... کچھ ہی مدت پہلے ان کا بہت ہی چھوٹا سا... عام سا ہوٹل تھا... جس میں بہت کم حیثیت کے لوگ کھانا کھانا گوارا کر لیتے تھے... آمدنی بہت محدود تھی... لیکن پھر اچانک ان کے ہاتھ نہ جانے کہاں سے کھانوں کا فارمولا لگ گیا... اور طوفان کی رفتار سے مشہور ہوتے چلے گئے..."

"تب تو یہ بہت خوش قسمت واقع ہوئے ہیں۔"

"اس میں تو خیر شک نہیں۔"

اسی وقت چوکیدار آتا نظر آیا... وہ اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھنے لگے...

"آپ اندر جا سکتے ہیں۔" نزدیک آنے پر اس نے کہا:

وکیل صاحب انہیں ساتھ لیے اندر کی طرف چلے۔ کوٹھی پر روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا تھا۔

"یہ کوٹھی بھی شاید ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے لی گئی ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"ہاں! یہی بات ہے... اس معمولی ہوٹل کے ساتھ ان کا مکان بھی بہت معمولی تھا۔ ان کی قسمت بہت تیز ہے..."

"ایسا ہی ہے۔" اس نے کہا... پھر وکیل صاحب انہیں ساتھ لیے ایک کمرے میں داخل ہوئے... انہوں نے دیکھا... اجمل کپاڈیہ مسہری پر لیٹے ہوئے تھے... انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر انہوں نے تھوڑا سا اوپر اٹھنے کی کوشش کی... لیکن پھر لیٹ گئے۔

"معاف کیجیے گا... ارے... یہ... یہ تو وہی دونوں ہیں..." وہ یک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے...

"تو اس وقت انہوں نے آپ کو اپنے نام نہیں بتائے تھے۔" ناصر شیراز نے حیران ہو کر کہا۔

"بتائے تھے... لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں... ویسے ان کے سوالات نے اس وقت میری جان کھائی تھی۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"ہوں! اب یہ پھر آپ سے ملنے کے لیے آئے ہیں... میں نکل رہا تھا کہ یہ آ گئے... میں چونکہ انہیں جانتا ہوں۔ اس لیے رک گیا... حیران بھی ہوا تھا کہ یہ یہاں کہاں۔"

"آئیے... بیٹھیں..." انہوں نے کہا۔

وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے... کپاڈیہ صاحب بھی بیٹھ گئے:

"اور آپ نے انہیں صبح والا واقعہ کیوں نہیں بتایا..."

"میں نے سوچا... اس واقعے کے سلسلے میں وکیل صاحب کو کیوں پریشان کیا جائے اور بس۔"

"ہوں! خیر... سوال یہ ہے کہ اب آپ کس لیے آئے ہیں۔" وکیل
نے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ صبح کے واقعے نے ہمیں شدید الجھن میں مبتلا
کر دیا ہے... ہم اس شخص کا سراغ لگانا چاہتے ہیں... جنہوں نے ان کے ساتھ
یہ سلوک کیا تھا۔"

"اس نے اپنا نام اکرم بیگ بتایا تھا... اور پتا بتایا تھا، سرور کالونی
L.641۔" اجمل کپاڈیہ بولے۔

"ہم نے ابھی اس پتے پر جا کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں
کی... تاہم یہاں سے وہیں جائیں گے... آپ تو صرف یہ بتا دیں... کیا
آپ اس کے خلاف قانونی کارروائی کرنا پسند کریں گے... اس صورت میں ہم
اسے گرفتار کرائیں گے۔"

"نہیں! اس نے مجھے جان سے نہیں مارا... اس کا یہ احسان کیا کم
ہے... لہٰذا میں اسے معاف کرتا ہوں..."

"آپ... آپ بہت نیک ہیں... ہم بس یہی معلوم کرنے کے
لیے آئے تھے... اچھا اب ہم چلتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے فرزانہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

محمود اور فاروق نے اسے گھورا... پھر اٹھ کھڑے ہوئے...

"اچھی بات ہے... آپ کا شکریہ۔"

وہ تینوں وہاں سے نکل آئے...

جلد ہی تینوں ایک ٹیکسی میں بیٹھے سرور کالونی کی طرف اڑے

جا رہے تھے... انہیں مکان نمبر **L.641** تلاش کرنے میں ذرا دقت نہیں
ہوئی... فاروق نے آگے بڑھ کر دستک دی... فوراً ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر
سے نکلا:

"اکرم بیگ؟" فاروق نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں! میں اکرم بیگ ہوں... فرمائیے۔"

"ہمیں آپ سے کچھ کام ہے۔"

"اچھا... میں کمرہ کھولتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔

مکان چھوٹا سا تھا اور اس سے غربت ٹپک رہی تھی:

"کیا یہ وہی اکرم بیگ ہے۔"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا... یہ تو بہت بھلا چنگا آدمی لگتا ہے۔"

اسی وقت دروازہ کھل گیا... اور اس کی صورت دکھائی دی:

"آئیے جناب!"

دونوں اندر داخل ہوئے اور کرسیوں پر بیٹھ گئے... اکرم بیگ
بھی ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔"

"ہاں! اب فرمائیے... آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔" فرزانہ نے صاف اور سیدھے انداز
میں کہا۔

'کیا کہا... وہ زور سے اچھلا۔

"ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔"

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔" اس نے بے یقینی کے انداز میں کہا۔

"کیا... کیسے ممکن ہے۔"

"کیا محکمہ پولیس میں اب بچے بھی بھرتی کیے جانے لگے ہیں۔"

"نہیں... لیکن ہم عام بچے نہیں ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب..."

"میرا نام فرزانہ ہے اور یہ فاروق احمد ہے... یہ ہمارے بھائی محمود احمد بھی ہیں... ہم آپ کے کیس پر کام کر رہے ہیں۔"

"حد ہوگئی... پہلے یہ بتائیں... آپ چاہتے کیا ہیں۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"صبح والے واقعے کے بارے میں چھان بین کر رہے ہیں۔"

"کون سا واقعہ۔" وہ چونک کر بولا۔

"صبح آپ نے سیر کے راستے پر کسی کے سر پر ضرب لگائی تھی۔"

"پتا نہیں... آپ کیا کہ رہے ہیں..."

"حد ہوگئی... یوں بات نہیں بنے گی... آپ کو ابھی اور اسی وقت ہمارے ساتھ چلنا ہوگا... ہم آپ کی ملاقات ابھی کپاڈیہ صاحب سے کرائیں گے۔"

"کس سے؟" وہ زور سے چلا اٹھا۔

اس کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔

☆☆☆

پُرانا ہوٹل

اس کے اس طرح چلانے پر وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے:

"کیوں کیا ہوا... آپ ہی تھے نا وہ... جنہوں نے صبح انہیں منہ کے بل گرایا، پھر رسیوں سے باندھا اور قتل وغیرہ کرنے کی باتیں کی... پھر چھوڑ کر چلے آئے... آخر آپ نے یہ سب کیوں کیا... کیا دشمنی ہے آپ کی اجمل کپاڈیہ سے۔" فاروق نے بلا کی تیزی سے پوچھا۔

"آرام سے... آرام سے... میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا... لیکن میں اجمل کپاڈیہ صاحب کو جانتا ہوں... دراصل میں ایک ہوٹل میں کام کرتا رہا ہوں، وہ ہوٹل بند ہوگیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کی جگہ شروع ہونے والے نئے ہوٹل میں ملازمت کی تھی... وہ ہوٹل اجمل کپاڈیہ نے شروع کیا تھا۔"

کیا مطلب... مہربانی فرما کر ذرا یہ باتیں تفصیل سے بتا دیں... ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔"

"پہلے تو یہ بتائیں... یہ چکر کیا ہے۔"

"ارے بھائی چکر ہی تو جاننے کے چکر میں چکرا رہے ہیں۔" فاروق

نے منہ بنایا۔

"میں سمجھا نہیں..."

"ہم تو خود معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں... خیر میں آپ کو شروع سے ساری بات بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر فاروق نے ساری تفصیل سنا دی...

"آپ... آپ کا مطلب ہے... اس حملہ آور نے اپنا نام اکرم بیگ بتایا تھا... اور پتا بھی یہ بتایا تھا، یعنی میرے گھر کا۔"

"ہاں!! اور آپ کا نام ہے بھی اکرم بیگ ہی۔"

"تب پھر اس حملہ آور نے میرا نام اور پتا استعمال کیا ہے۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن اسے ایسا کرنے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔"

"یہ تو وہی بتا سکے گا جناب! مجھے کیا پتا... میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ میرا اس واردات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔"

"ہوں! یہ بات تو خیر فوراً معلوم کی جا سکتی ہے۔" محمود مسکرایا۔

"کون سی بات؟" اس نے بھنا کر کہا۔

"یہ کہ اس واردات سے آپ کا تعلق ہے یا نہیں۔"

"وہ کیسے..."

"خنجر پر حملہ آور کی انگلیوں کے نشانات ہیں... آپ ہمیں اپنی لیوں کے نشانات دے دیں... اگر آپ کا تعلق اس واردات سے نہیں ہے تو

ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے..." وہ خوش ہو گیا۔

انہوں نے اس کی انگلیوں کے نشانات لے لیے اور خنجر پر پائے جانے والے نشانات سے ان کو ملایا... وہ بالکل مختلف تھے... اب محمود نے اس سے کہا:

"اس میں شک نہیں رہا کہ وہ آپ نہیں تھے... جس نے اجمل چپاڈیہ پر حملہ کیا تھا... لیکن..." فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا... اور یہ آپ نے کیا نام لیا... میرے خیال میں تو ان کا نام اجمل کپاڈیہ ہے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہ ہاں... یہی نام ہے... بس زبان پھسل گئی... لیکن سے آگے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس نامعلوم شخص نے آخر آپ کا نام کیوں لیا... اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ وہ آپ کو اچھی طرح جانتا ہے... اور آپ کا نام بھی اس نے بلاوجہ نہیں لیا ہوگا۔"

"ہو سکتا ہے... یہی بات ہو، لیکن اس بارے میں مجھے کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... پھر بھی آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں... اور ہماری مدد کرنے کا مطلب ہے قانون کی مدد کر سکتے ہیں... کیا آپ قانون کی مدد کرنا پسند کریں گے۔"

"بالکل پسند کروں گا..."

"تب پھر ذرا وہ ہوٹل والی بات تفصیل سے سنا دیں۔"

"اوہ اچھا... یہ آج سے دس سال پہلے کی بات ہے..."

"ایک منٹ! کیا میں آپ سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

"ہم نے آپ کے گھر میں کسی قسم کی کوئی آواز نہیں سنی... کیا آپ بالکل اکیلے ہیں۔" محمود نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے ایک سرد آہ بھری... پھر بولا:

"ہاں... ایک حادثے میں میرے بیوی بچے ہلاک ہو گئے تھے... اب میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔"

"معاف کیجیے گا... ہم نے آپ کا غم تازہ کر دیا..."

"کوئی بات نہیں... میں تو یوں بھی انہیں ہر روز ہی یاد کرتا ہوں۔" وہ اداس انداز میں مسکرایا۔

"آپ کیا بتا رہے تھے؟"

"یہ آج سے دس سال پہلے کی بات ہے... اس شہر میں ہوٹل انمار سب سے زیادہ مشہور اور کامیاب تھا... اس کے ذائقے بہت زبردست تھے... اس جیسے ذائقے پورے شہر میں کسی ہوٹل کے نہیں تھے... اسی وجہ سے وہ سب سے زیادہ کامیاب تھا... اس کی آمدنی اس قدر تھی کہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ . لیکن پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا... ہوٹل کے سارے ملازم اس ہوٹل کو چھوڑ کر چلے گئے..."

"کیا کہا... چھوڑ کر چلے گئے۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے..."

"لیکن کیوں..."

"میں نے کہا نا... پھر پتا نہیں اچانک کیا ہوا... اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کی وجہ مجھے معلوم نہیں۔"

"ہوں... ٹھیک ہے... آگے چلیں۔"

"اور اس ہوٹل کے مقابلے میں نیا ہوٹل شروع ہوا... دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہوٹل بھی ہوٹل انمار کی طرح کامیاب ہو گیا... کیونکہ..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیونکہ... اس ہوٹل کے ذائقے بھی بالکل اس ہوٹل جیسے تھے۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... پھر محمود نے کہا۔

"تو کیا انمار ہوٹل میں اس ہوٹل کے ملازم کام کر رہے تھے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"اور نئے ہوٹل کا نام کیا ہے۔"

"ہوٹل کپاڈیہ۔"

"تو انہوں نے اپنے نام پر ہی ہوٹل کا نام رکھا ہے... خیر... مطلب یہ کہ آپ کو یہ معلوم نہیں، پہلا ہوٹل کیونکر اجڑ گیا۔" محمود نے پوچھا۔

"نہیں... بالکل نہیں۔"

"اچھا ہوٹل انمار کے مالک کا نام کیا تھا۔"

‘‘نابا فیروز والا۔’’

‘‘کیا آپ کو معلوم ہے... ان سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے...’’

‘‘افسوس نہیں۔’’ اس نے انکار میں سر ہلایا۔

‘‘لیکن کیوں...’’

‘‘نابا فیروز والا کا کسی کو کوئی پتا نہیں... جب اس ہوٹل میں اُلّو بولنے لگے تو اس پر قرضے کا بوجھ بہت بڑھ گیا... اس نے ہوٹل کی عمارت فروخت کر کے قرضہ ادا کیا اور پھر غائب ہو گیا... اس دن کے بعد اسے کسی نے نہیں دیکھا۔’’

‘‘آپ تو اس کے ہوٹل میں کام کرتے رہے ہیں... یہ شخص رہتا کہاں تھا۔’’

‘‘ماڈل کالونی میں اس کی بہت بڑی کوٹھی تھی... لیکن کوٹھی بھی اسے فروخت کرنا پڑی تھی...’’

‘‘اوہ اچھا... لیکن آپ تو نابا کو پہچانتے ہیں۔’’

‘‘ہاں کیوں نہیں... لیکن پہچاننے کا کیا فائدہ... اس دن کے بعد تو وہ کسی کو نظر ہی نہیں آیا۔’’

‘‘اور آپ... آپ یہاں کب سے رہ رہے ہیں۔’’

‘‘مجھے یہاں رہتے ہوئے تو مدت گزر گئی...’’

‘‘اب آپ کہاں کام کرتے ہیں...’’

‘‘ایک ہوٹل میں کام کرتا ہوں...’’

‘‘مطلب یہ کہ ہوٹل انمار کے سبھی ملازمین نے ہوٹل کپاڈیہ میں

ملازمت کر لی... لیکن آپ نے نہیں کی۔’’

‘‘ہاں! بس... دراصل میں نے بہت رنج محسوس کیا تھا۔’’

‘‘اس ساری گفتگو میں ایک بات عجیب ہے... اور وہ یہ کہ اجمل کپاڈیہ نے آخر ملازمین کو کیا لالچ دیا تھا۔’’

‘‘اس نے بہت بڑی بڑی تنخواہوں کا لالچ دیا تھا... لیکن یہ لالچ صرف کھانے بنانے والوں کے لیے تھا... اس لیے کہ نابا ہوٹل ان کے ذائقوں کی وجہ سے اس قدر کامیاب تھا... جب وہ کھانے بنانے والے نہ رہے تو باقی لوگ وہاں ٹھہر کر کیا کرتے... وہ بھی ملازمت چھوڑ کر ہوٹل کپاڈیہ میں آ گئے، لیکن ان کی وہ عزت نہیں ہوئی... نہ انہیں زیادہ تنخواہیں دی گئیں... اصل میں تو اجمل کپاڈیہ نے نابا کا ذائقہ حاصل کیا تھا...’’

‘‘اب بات سمجھ میں آ گئی... نابا بے چارہ منظر سے اس لیے ہٹ گیا کہ اب وہ مقابلے میں رہ کر بھی کیا سکتا تھا... اتنا عرصہ وہ غائب رہا... نہ جانے کہاں دھکے کھائے ہوں گے اس نے... کہاں رہا ہو گا وہ... کس طرح اس نے گزر بسر کی ہو گی... تاہم اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی وہ انتقام کی آگ کو بجھا نہ سکا... اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کو وہ بھول نہ سکا... اور آج ہمارے خیال کے مطابق اس نے اپنے انتقام کی ابتدا کی ہے... وہ اجمل کپاڈیہ کو موت کے خوف میں مبتلا کرنا چاہتا ہے... اور اس کا مطلب ہے... اجمل کپاڈیہ نے اسے پہچان لیا تھا... لیکن اس نے ہمیں یہ بات نہیں بتائی... اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے آپ کا نام کیوں بتایا...’’

"نابا کا نام بتاتے تو اسے اپنی زیادتی کی ساری کہانی بتانا پڑتی... ایسے میں اسے میرا نام یاد آ گیا ہوگا... کیونکہ میں ہی وہ واحد آدمی ہوں... جس نے اس کے ہوٹل میں ملازمت کرنے سے انکار کر دیا تھا..."

"لیکن آپ کا نام بتانے کی صورت میں تو یہ کہانی ہمیں معلوم ہو جاتی ہے... اور یہ اس کے حق میں بہتر نہیں تھا۔"

"او ہو! اس وقت انہیں آپ لوگوں کے بارے میں کب معلوم تھا..."

"ہوں... یہ بات ٹھیک ہے... اب ذرا ہمارے ایک سوال کا جواب دے دیں... پھر ہم آپ سے اجازت لیں گے۔"

"فرمایئے..." اس نے کہا۔

"کیا آپ کو معلوم ہے... نابا کہاں ہے۔"

"جی... جی نہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"شکریہ! اب ہم چلتے ہیں... اگر آپ کو نابا کے بارے میں کچھ معلوم ہو اور آپ اسے کوئی پیغام دینے کی پوزیشن میں ہوں تو ان سے صرف یہ کہہ دیجیے گا... انتقام لینے کے لیے غلط طریقہ اختیار نہ کریں... اس کا جائز اور قانونی طریقہ موجود ہے... اس طریقے سے آپ پوری طرح محفوظ رہیں گے... اور اس طریقے سے ساری عمر جیل میں کاٹیں گے... اس کا کیا فائدہ ہو گا... انتقام ہی لینا ہے... تو اس طرح لینا چاہیے کہ سانپ مر جائے اور لاٹھی نہ ٹوٹے... ہمارے پاس ان کے لیے بہت اچھا طریقہ موجود ہے... ہم ان کے ہمدرد ہیں... دشمن نہیں ہیں..." محمود جذباتی انداز میں کہتا چلا گیا۔

"اچھی بات ہے... اگر کسی طرح میری ان سے ملاقات ہو گئی... تو میں آپ کا پیغام ضرور دے دوں گا۔" اکرم بیگ نے فوراً کہا۔

"شکریہ... آؤ بھئی چلیں۔"

تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے... ایسے میں انہوں نے فرزانہ کے چہرے پر حیرت کے بادل اڈتے دیکھے... ساتھ ہی فرزانہ باہر جانے کے لیے مڑ گئی... اور وہ بھی اس کے پیچھے باہر نکل آئے... گھر سے نکلنے کے بعد محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"خیر تو ہے فرزانہ... تمہیں کس بات پر حیرت ہوئی تھی۔"

"گھر میں کوئی اور نہیں ہے... لیکن میز پر چائے کے دو کپ رکھے تھے... ان دونوں میں چائے پی گئی تھی..."

"کیا خبر... ایک کپ پہلے کا رکھا ہو... اور دوسرا بعد میں رکھا گیا ہو۔"

"نہیں... دونوں کپ ایک ساتھ ہی رکھے گئے ہیں۔"

"یہ بات تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو... کیا تم یہاں موجود تھیں۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"نہیں... میں تم لوگوں کے ساتھ ہی یہاں آئی تھی... لیکن دونوں کپوں کی پرچوں میں تھوڑی چائے موجود ہے... چائے بالکل تازہ ہے... اگر ایک کپ میں کچھ دیر پہلے چائے پی گئی تھی... تو اس کی پرچ میں چائے خشک نظر آتی... بہر حال یہ میرا خیال ہے... جو غلط بھی ہو سکتا ہے... اور ہمیں اس خیال کی تصدیق کرنا ہوگی۔" فرزانہ کے لہجے میں جوش تھا۔

"کیا ہم پھر اندر چلیں... اس صورت میں ہم اکرم بیگ سے کہیں گے کیا۔"

"اس سے بہتر یہ رہے گا کہ ہم رات کے وقت یہاں پر آئیں۔" محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

اور پھر وہ گھر آگئے... انسپکٹر جمشید ابھی تک گھر نہیں لوٹے تھے... انہوں نے سوچا فون پر بات کر لی جائے... محمود نے ان کے نمبر ملائے...

"ہاں محمود... خیر تو ہے۔"

"ایک کیس آ ٹکرایا ہے ابا جان۔"

"مجھے ابھی کچھ دیر لگ جائے گی... تم فون پر تفصیل سنا دو..."

"جی اچھا!" اس نے کہا اور ساری کہانی تفصیل سے سنا دی... اس کے بعد اس نے کہا:

"اب ہم وہاں رات کے وقت جانا چاہتے ہیں۔"

"ہوں! اندازہ یہی ہے کہ نابا اکرم بیگ کے گھر میں موجود ہے... پریشانی والی بات یہ ہے کہ کہیں وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھے... اس لیے تم وہاں چلے جاؤ... اس طرح کم از کم یہ بات معلوم ہو جائے گی... کہ وہ وہاں چھپا ہوا ہے یا نہیں... اوہو... ارے۔" اچانک ان کے منہ سے نکلا:

"کک... کیا ہوا ابا جان۔"

"مجھے ایک خوفناک خیال سوجھا ہے۔"

"اور وہ کیا؟" محمود نے جلدی سے کہا۔

"اگر اکرم بیگ کی کہانی سچ ہے... تب نابا کی زندگی خطرے میں ہے... اجمل کپاڈیہ صبح کے واقعہ کے بعد خبردار ہو چکا ہے... وہ اس پر وار ضرور کرے گا... اور جیسا کہ وہ پہلے ہی اندازہ لگا چکا ہے کہ نابا اکرم بیگ کے گھر میں چھپا ہوا ہے تو وہ وہاں وار ضرور کرے گا..."

"ارے باپ رے۔"

"میں اکرام کو فوراً اس طرف بھیج رہا ہوں... تم رات کے وقت وہاں جاؤ گے... اگر اس سے پہلے اس نے کچھ کرنے کی کوشش تو اکرام دیکھ لے گا..."

"جی اچھا۔"

اسی رات ٹھیک گیارہ بجے وہ اکرم کے گھر کے قریب پہنچ گئے... اکرام کا ایک ماتحت فوراً اس کی طرف آیا...

"یہاں ہر طرف خیریت ہے..."

"اس کا مطلب ہے... ہمیں اندر جانا پڑے گا۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

محمود اور فرزانہ مسکرا دیے... ادھر فاروق نے پائپ کا رخ کیا۔ وہ جلد ہی چھت پر پہنچ گیا... پھر اس نے بیرونی دروازہ کھول دیا... دونوں دبے پاؤں اندر داخل ہوئے... اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے:

اچانک انہوں نے دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز سنی:

☆☆☆

پُرانا حساب

ان کے کان کھڑے ہوئے... دبے پاؤں وہ اس دروازے تک پہنچ گئے جس سے آوازیں آ رہی تھیں... یہ وہی کمرہ تھا جس میں اکرم بیگ نے ان سے ملاقات کی تھی... انہوں نے کان دروازے سے لگا دیے... اندر اکرم بیگ کہہ رہا تھا:

"میرا مشورہ ہے نابا... ہم ان لوگوں سے مل لیتے ہیں... اس سلسلے میں یہ ہماری قانونی مدد کریں گے اور اس طرح تم کوئی جرم کرنے سے بچ جاؤ گے۔"

"وہ تو اب میں کر چکا... میں سامنے آؤں گا تو یہ لوگ پہلا کام یہ کریں گے کہ مجھے حوالات میں بند کرا دیں گے اور اس کے بعد مجھ پر مقدمہ قائم ہو جائے گا... نہیں دوست... میں بلاوجہ کیوں جیل میں سڑوں... جرم تو کیا ہے... اجمل کپاڈیہ نے... اور بھگتوں میں... جب کہ اتنی مدت سے میں در در بھٹک رہا ہوں۔"

"آپ نے کپاڈیہ کو صرف ڈرایا اور دھمکایا ہے... اس کے علاوہ اس

کے ہاتھ کا لکھا ہوا اقرار جرم آپ کے پاس ہے... اس صورت میں پولیس آپ کو کیسے گرفتار کر سکتی ہے..."

"میں نے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی... صرف اس بات پر بھی وہ مقدمہ درج کرا سکتا ہے... اگرچہ وہ ایسا کرے گا نہیں..."

"بہرحال میرا مشورہ تو یہی ہے... انسپکٹر جمشید کے سامنے اپنا کیس رکھ دیں... امید ہے... آپ کو انصاف دلوا سکیں گے۔"

"مجھے انصاف تو کیا ملے گا... ہاں جیل ضرور چلا جاؤں گا... یعنی سب کچھ لٹا کر جیل بھی میں جاؤں گا... نا بابا... نا۔"

"اچھی بات ہے... جیسے آپ کی مرضی... آپ میرے ساتھ میرے کام کاج میں شریک ہو جائیں... جو میں کماتا ہوں... اس میں سے نصف آپ لیا کریں۔"

"نہیں... میں اپنی روزی خود کماؤں گا... میں دوسروں کی بیساکھیاں استعمال کر کے جینا نہیں چاہتا... تم میرے اچھے دوست ہو... میرا خوب ساتھ دیا... میں تمہارا احسان مند ہوں... اب میں چلوں گا... میں رات کی تاریکی میں کسی سمت میں نکل جاؤں گا اور لوٹ کر اس شہر میں نہیں آؤں گا... مطلب یہ کہ میں تمہاری بات مان رہا ہوں... کپاڈیہ سے انتقام لینے کا ارادہ ترک کر رہا ہوں... ورنہ اتنی مدت بعد میں اس شہر میں صرف یہی نیت لے کر آیا تھا... کہ اس کا کام تمام کر کے اپنے انتقام کی پیاس بجھاؤں گا..."

"نہیں نہیں... اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ آپ صبر کریں۔"

”ہاں! میں بھی آخر اسی نتیجے پر پہنچا ہوں... تمہارا مشورہ ہی بہتر ہے... لہٰذا میں جا رہا ہوں۔“

”آپ کو رات کی تاریکی میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں... آپ صبح اطمینان سے جائیں... اول تو آپ میرے پاس ہی رہیں۔“ اکرم بیگ کی آواز سنائی دی۔

”یہ میرے لیے مشکل ہے... میں بیکار نہیں بیٹھ سکتا... کوئی نہ کوئی کام کرتے ہوئے ہی اپنی زندگی گزار سکتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے... لیکن آپ رات کی تاریکی میں کیوں جائیں۔“

”مجھ پر حملہ ہو سکتا ہے۔“

عین اس لمحے ایک خوفناک دھم کی آواز مکان میں گونج اٹھی:

”وہ... وہ آ گئے... اسی کا مجھے ڈر تھا... یہ اجمل کے بھیجے ہوئے غنڈے ہیں۔“ نابا کی خوف میں ڈوبی آواز ابھری۔

ادھر وہ کمرے کے دروازے سے سرک کر تاریکی میں آ گئے... اس کے صرف چند سیکنڈ بعد چار لمبے تڑنگے غنڈوں نے دروازہ پورے زور سے دھڑ دھڑا ڈالا... ساتھ ہی ان میں سے ایک نے گرج کر کہا:

”دروازہ کھول دو... ورنہ توڑ دیں گے... دروازہ توڑنا ہمارے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے... ہم جانتے ہیں... اندر نابا موجود ہے...“

انداز خوفناک تھا... چند لمحوں کے لیے وہاں موت کا سناٹا چھا گیا... پھر اکرم بیگ کی آواز سنائی دی:

”آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں...“

”دروازہ کھول کر دیکھ لو... ورنہ ہم توڑ کر خود کو دکھا دیں گے۔“

”دیکھیے... میں ایک شریف آدمی ہوں... اور آپ مجھے بلاوجہ ڈرا دھمکا رہے ہیں... میں اپنے گھر میں اکیلا ہوں... یہاں میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔“

”تب ہمیں تلاشی لے لینے دیں... آپ کے گھر کے باہر بھی ہمارے ساتھی موجود ہیں۔“

”اچھی بات ہے... آپ اپنا اطمینان کر لیں۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ کھل گیا... اور اکرم بیگ کی آواز ابھری:

”لیجیے... میں نے دروازہ کھول دیا ہے... آپ اپنا اطمینان کر لیں۔“

”شکریہ۔“

وہ اندر داخل ہو گئے... محمود، فاروق اور فرزانہ بدستور تاریکی میں دبکے ہوئے تھے... انہوں نے سوچا پہلے حالات کا جائزہ لیں گے، پھر جو مناسب ہوا، کریں گے۔

”ہم تلاشی لیں گے... اپنا اطمینان کریں گے اور اگر آپ کے علاوہ یہاں کوئی نہ ہوا تو پھر آپ کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر چلے جائیں گے۔“ آواز سنائی دی۔

''ہوں... ٹھیک ہے... آپ اپنا اطمینان کرلیں...'' اکرم کی آواز سنائی دی۔

پھر کچھ دیر کھٹ پٹ اور ہلکی پھلکی دھما چوکڑی ہوتی رہی... آخر پندرہ منٹ بعد پھر آواز ابھری:

''ٹھیک ہے... ہم نے اپنا اطمینان کرلیا ہے... یہاں آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے... ہم آپ کو خبردار کررہے ہین آپ ہرگز ہرگز اپنے گھر میں نابا کو پناہ نہ دیجیے گا... ورنہ جو انجام نابا کا ہوگا، وہی آپ کا ہوگا...''

''اچھی بات ہے... اگر وہ میری طرف آئے... اور انہوں نے پناہ کی بات کی تو میں انہیں اپنے گھر میں نہیں ٹھہراؤں گا۔'' اکرم بیگ نے کہا۔

''آپ سمجھدار ہیں۔'' اسی شخص نے کہا۔

پھر انہوں نے ان چاروں کو جاتے دیکھا... جب انہیں اطمینان ہوگیا کہ وہ لوگ جا چکے ہیں تو محمود نے فاروق کو اشارہ کیا... وہ اشارہ سمجھ گیا... اور دبے پاؤں بیرونی دروازے تک آیا... اس نے آہستہ سے دروازہ بند کردیا... اس طرح ان لوگوں کی طرف سے اطمینان ہوگیا... اب وہ پھر اس کمرے کی طرف آیا... محمود اور فرزانہ پھر دروازے سے کان لگائے کھڑے تھے... وہ بھی ان کے نزدیک پہنچ گیا... ایسے میں انہوں نے دبی آواز میں نابا کو کہتے سنا:

''چلے گئے؟''

''ہاں چلے گئے... اللہ کا شکر ہے...''

''بہت خوب اکرم بیگ... تم نے چھپنے کی بہت اچھی جگہ بنائی ہے...''

''یہ بنی بنائی ملی تھی... میں نے نہیں بنوائی... پرانے زمانے کا مکان ہے... اس زمانے میں مکانوں کی دیواروں میں ایسے خانے سے بنائے جاتے تھے... ان میں وہ اپنی فالتو چیزیں رکھ لیتے تھے... اس مکان کی اس جگہ میں فرق یہ ہے کہ دیوار پر دیوار کے رنگ کا پردہ اس طرح لگایا گیا ہے کہ پتا ہی نہیں چلتا... دیوار ہے یا پردہ۔''

''ہوں... تم بہت اچھے رہے... بہت سکون سے ان سے بات کی... اگر تم گھبرائے ہوئے لہجے میں بات کرتے تو پھر وہ ضرور شک میں مبتلا ہو جاتے اور اس صورت میں میری زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔''

''جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے...''

ایسے میں فرزانہ نے دروازے پر دستک دی... اندر موت کا سناٹا طاری ہوگیا:

''کک... کون۔'' کانپتی آواز میں پوچھا گیا۔

''دوست... پہلے جو لوگ آئے تھے... وہ جا چکے ہیں۔''

''پھر... آپ کون ہیں۔''

''محمود، فاروق اور فرزانہ...''

''ارے... کیا واقعی۔'' اکرم بیگ مارے خوشی کے چلا اٹھا۔

''مہربانی فرما کر دروازہ کھول دیں۔''

’’ضرور... کیوں نہیں۔‘‘

فوراً ہی دروازہ کھل گیا... وہ اندر داخل ہوئے:

’’السلام علیکم اکرم بیگ صاحب... آپ اپنے ساتھ مسٹر نابا کو بھی بلا لیں... ہمیں معلوم ہے... وہ بھی یہیں ہیں اور دیوار والے خانے میں چھپے ہوئے ہیں۔‘‘

’’اوہ... تو آپ سن چکے ہیں۔‘‘

’’ہاں... بالکل... آپ فکر نہ کریں... ہم آپ لوگوں کے دوست ہیں۔‘‘

’’آجائیں... نابا صاحب۔‘‘ اس نے منہ اوپر کرتے ہوئے کہا۔

دیوار میں تھوڑی سے اونچائی پر ایک چوکور پردہ ہٹا اور نابا چھلانگ لگا کر ان کے پاس آرہا... انہوں نے دیکھا... وہ ایک خوب صورت اور بھولا بھالا سا انسان تھا... اس کی آنکھوں میں معصومیت سی تھی...

’’تو آپ ہیں مسٹر نابا...‘‘

’’جی... جی ہاں... اس کا مطلب ہے... آپ کو ساری کہانی معلوم ہوگئی ہے۔‘‘

’’ہاں! آپ گھبرائیں نہیں... جب تک اجمل کپاڈیہ آپ کے خلاف رپورٹ درج نہیں کراتا... اس وقت تک قانون آپ کو گرفتار نہیں کرے گا...‘‘

’’اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔‘‘

باہر سے ایک خوفناک آواز آئی... اور پھر فوراً وہ چاروں کمرے

میں داخل ہوگئے۔ جو ابھی ابھی گئے تھے... اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی اسی راستے اندر آئے تھے... جس راستے سے محمود، فاروق اور فرزانہ آئے تھے...

’’لیجیے... یہ حضرات تو پھر آگئے... ہمارا خیال غلط نکلا۔‘‘ فاروق نے منہ بنایا۔

’’آپ... آپ کا خیال... کک... کیا مطلب؟‘‘ اکرم بیگ نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

’’ہمارا خیال تھا... آپ لوگ عقل سے پیدل ہیں... لیکن آپ تو عقل سے سوار نکلے... وہ بھی گھوڑے سوار۔‘‘ فاروق جلدی جلدی بولا۔

’’یہ کیا اوٹ پٹانگ بات کہی تم نے۔‘‘ ان میں سے ایک نے غرا کر کہا۔

’’اگر آپ کے نزدیک یہ اوٹ پٹانگ بات ہے تو پھر آپ عقل سے اونٹ سوار ہوں گے...‘‘

’’حد ہوگئی... حد ہوگئی۔‘‘ ان میں سے ایک جھلا کر بولا۔

’’آپ لوگ ہیں کون... اور آپ کیا چاہتے ہیں۔‘‘ محمود نے منہ بنایا۔

’’تم بھی خوب سمجھتے ہو اور یہ بھی... لہٰذا اس وضاحت کی بالکل کوئی ضرورت نہیں کہ تم کون ہو۔‘‘

’’مطلب یہ کہ تم لوگ اجمل کپاڈیہ کے ساتھی ہو... اس نے تم لوگوں کو بھیجا ہے۔‘‘

"کون اجمل کپاڈیہ... ہم کسی اجمل کپاڈیہ کو نہیں جانتے... البتہ ہماری بہت پرانی دشمنی چلی آرہی ہے۔"

"پرانی دشمنی چلی آرہی ہے... وہ بھی بہت پرانی... لیکن کس سے، یہ بھی تو بتائیں۔"

"مسٹر نابا سے... ہمیں ان سے بہت پرانا حساب چکانا ہے... جس زمانے میں ان کا ہوٹل تھا... اس زمانے کا حساب۔"

"یہ ہم نے ایک بالکل نئی بات سنی ہے۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کون سے حساب کی بات کر رہے ہو۔" فاروق نے بھی سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارا اور ان کا ذاتی معاملہ ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ کا اور ان کا یا اجمل کپاڈیہ کا اور ان کا۔"

"بتا تو دیا... ہم کسی اجمل کپاڈیہ کو نہیں جانتے۔"

"اماں جاؤ... کیوں جھوٹ بول رہے ہو... سنو بھائی... جھوٹ بہت بڑی برائی ہے... اتنا بڑی کہ تم شاید سوچ بھی نہیں سکتے... مطلب یہ کہ یہ برائیوں کی والدہ محترمہ ہے... اور تم فر فر جھوٹ بولے جا رہے ہو... نابا سے اگر کسی کو دشمنی ہو سکتی ہے تو وہ ہے... اجمل کپاڈیہ... اور کون ہے جو ان سے دشمنی رکھتا ہے..."

"ہم نہیں جانتے... تم کیا کہہ رہے ہو... ہم تو بس اتنا جانتے ہیں

... کہ ہم نہیں جانتے اجمل کپاڈیہ کون ہے۔"

"تب پھر... ان لوگوں سے تم لوگوں کو کیا دشمنی ہے... اس کی وضاحت کریں۔"

"یہ جدی اور پشتی دشمنی ہے... تم اس دشمنی کو نہیں سمجھ سکو گے... لہٰذا تم درمیان سے ہٹ جاؤ اور ہمیں براہ راست ان سے بات کرنے دو... ورنہ......"

"ورنہ کیا؟"

"ورنہ یہ کہ پھر ہم تم لوگوں کو بھی راستے سے ہٹا دیں گے۔"

"معلوم ہوتا ہے... تم لوگ راستے سے ہٹانے کے ماہر لگتے ہو... خیر... آجاؤ... میدان میں... کر لو دو دو ہاتھ... ارے مم... مگر۔" فاروق نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے مگر کیا؟" ایک نے منہ بنایا۔

"ارے مگر یہ کہ یہاں تو سرے سے کوئی میدان ہے ہی نہیں..."

"نہ گھوڑا اور نہ میدان... باہر نکل کر مقابلہ کر لیتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"لیکن تم یہ گھوڑا کہاں سے لے آئے۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"جہاں سے فاروق میدان لے آیا۔"

"توبہ ہے... تم سے۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"تو اس میدان میں دو دو ہاتھ کر لینے میں کیا حرج ہے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں... آؤ... لو کر لو... ان پستولوں سے دو دو ہاتھ۔" ان چاروں کے ہاتھوں میں اب پستول نظر آئے... پستولوں کے ساتھ ہی چہروں پر سنگ دلانہ مسکراہٹیں بھی نظر آئیں۔

"ارے باپ رے۔" فاروق نے لرز کر کہا۔

"کیوں ہوگئی نہ سٹی گم۔" ان میں سے ایک ہنسا۔

"بے چاری سٹی کا بھی کیا قصور... ان حالات میں تو اچھے اچھے گم ہو جاتے ہیں۔"

"لو بھئی... بہت بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے تھے... پستولوں کو دیکھ کر ساری ہوا نکل گئی۔"

"اے... تم نے ہمیں غبارہ کہا۔" فاروق چلایا۔

"غبارے ہی کیا... تم تو بھیگی بلیاں ہو۔"

"اُف توبہ... کیا وقت آگیا ہے... کیا سننا پڑ گیا۔" فاروق نے روتی آواز میں کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" محمود نے بھی اس کی تائید کی۔

"لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم بھی چوڑیاں پہن لیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تم تو پھر بھی پہن سکتی ہو... ہم کیا کریں گے... پہن کر... ارے ہائیں... یہ ان کے پیچھے کون آ کھڑا ہوا۔" اس نے چونک کر کہا...

انہوں نے بوکھلا کر پیچھے کی طرف دیکھا... ساتھ ہی انہوں نے

ایک ساتھ ان پر چھلانگیں لگا دیں... وہ آپس میں ٹکرا کر گرے... اور ادھر ان تینوں نے ان کے پستول چھین لیے... پھر وہ اٹھتے ہوئے بولے:

"لو... دیکھ لو... ہوگئی نا کایا پلٹ... اسی بات سے ہم ڈرتے تھے۔" فاروق کی آواز سنائی دی۔

"حد ہوگئی... ہم کیوں ڈرتے... ڈریں ہمارے دشمن... اب ذرا انکل اکرام کو فون کر دو... تا کہ وہ انہیں یہاں سے لے جائیں۔" محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے..."

"ارے بھئی تم لوگوں نے ابھی تک ہاتھ نہیں اٹھائے۔"

وہ چاروں حد درجے حیران تھے... ان کی مہارت نے ان کے ہوش اڑا دیے تھے... لہٰذا ان کے ہاتھ اوپر اٹھتے چلے گئے...

پھر وہاں اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ پہنچ گیا... انہوں نے اسے ان کے بارے میں بتایا اور وہ انہیں وہاں سے کمرۂ امتحان میں لے گیا...

جلد ہی انہیں اکرام کا فون موصول ہوا... وہ پریشان آواز میں کہہ رہا تھا:

"مجھے بہت افسوس ہے... وہ چاروں میرے ہاتھ سے نکل گئے۔"

"کیا......!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

☆☆☆

بُو

چند منٹ تک موت کا سناٹا طاری رہا۔ آخر محمود بولا:

''یہ... یہ کیسے ہوا انکل۔''

''ایک چوراہے پر سگنل بند تھا... مجھے رکنا پڑا... ایسے میں ایک ہاتھ کھڑکی سے اندر آیا... اس سے پہلے کہ میں خبردار ہوتا... اس نے رومال میری ناک سے لگایا... اور میں فوری طور پر بے ہوش ہو گیا... ہوش آیا تو میں جیپ میں تھا... جیپ ایک ویران جگہ کھڑی تھی اور وہ چاروں غائب تھے... مطلب یہ کہ وہ ان کا ساتھی تھا... مجھے بے ہوش کرتے ہی وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا... اور گاڑی شہر سے باہر لے آیا...''

''اور اسے یہ کارروائی کرتے چوراہے پر کوئی نہ دیکھ سکا...'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''چوراہے پر کافی لمبی لائن لگی تھی... اس کا انداز دوستانہ سا تھا... جیسے بہت دنوں بعد دو بچھڑے ہوئے دوست ملے ہوں... لوگ یہی سمجھے ہوں گے کہ دو دوست ملے ہیں... اور اندر والے نے پیچھے والے کو ڈرائیونگ کی

دعوت دی ہے...''

''خیر کوئی بات نہیں... اللہ مالک ہے۔''

''مسئلہ یہ ہے کہ اب ہم اجمل کپاڈیہ کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں کر سکیں گے۔''

''نابا کے پاس اس کے ہاتھ کی تحریر موجود ہے۔''

''اوہ ہاں... واقعی... یہ بات تو ہم بھول ہی گئے...''

اب وہ گھر پہنچے... تو انسپکٹر جمشید وہاں موجود تھے... انہوں نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا... اور بولے:

''کیا کرتے پھر رہے ہو؟''

انہوں نے ساری کہانی سنا دی... وہ غور سے سنتے رہے... آخر انہوں نے کہا:

''اکرم بیگ سے بات کرو... اس سے کہو... وہ نابا کو لے کر یہاں آجائے... اور وہ تحریر بھی لے آئے۔ ہم نہیں جانتے... اس نے کیا لکھوایا ہے۔''

''لیکن ابا جان... ان دونوں کو یہاں بلانا خطرناک ہو سکتا ہے... اجمل کپاڈیہ ان پر حملہ کرا سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے... آؤ ہم ان کے پاس چلتے ہیں۔''

وہ اسی وقت ان کے پاس پہنچ گئے... دونوں انسپکٹر جمشید کی آمد پر حیرت زدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

”آپ... آپ ہمارے لیے کتنی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔“ نابا بولا۔

”کوئی بات نہیں، ہم ایسے کام کرتے ہی رہتے ہیں۔“ وہ مسکرائے، پھر بولے۔

”آپ وہ تحریر دکھا دیں... جو آپ نے اس سے لکھوائی ہے۔“

”جی اچھا۔“

اس نے کہا اور اٹھ کر بیرونی کمرے میں چلا گیا... واپس آیا تو تحریر اس کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے لے کر پڑھی... پڑھنے کے بعد وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے... آخر بولے:

”اس میں اس نے اقرار کیا ہے کہ آپ کے ہوٹل کے تمام پکانے والے اس نے لمبی چوڑی تنخواہوں کے ذریعے توڑ لیے تھے۔“

”جی ہاں! یہی بات ہے۔“

”اب سوال یہ ہے کہ کیا اس تحریر کو ہم اس کے خلاف عدالت میں استعمال کر سکتے ہیں... اتفاق سے میں ایک وکیل ہوں... اور میرا خیال ہے... قانون اس کے اس اقدام پر اسے سزا نہیں دے سکتا، نہ آپ کے ملازم آپ کو واپس دلوا سکتا ہے... صرف زبانی اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اچھا نہیں کیا تھا... پھر بھی میں اپنے ایک دوست وکیل کو بلاتا ہوں... وہ اس قسم کے معاملات کے ماہر ہیں... دیکھتے ہیں... وہ کیا مشورہ دیتے ہیں۔“

یہ کہہ کر انہوں نے فون پر وکیل سے بات کی اور فون بند کر دیا...

”وکیل صاحب تھوڑی دیر تک یہاں پہنچ جائیں گے۔“

”جی... ٹھیک ہے۔“

جلد ہی وکیل صاحب وہاں پہنچ گئے... انسپکٹر جمشید نے انہیں ساری صورت حال سمجھائی .. ان کے خاموش ہونے پر وہ بولے۔

”سوال یہ ہے کہ نابا کیا چاہتے ہیں۔“

ظاہر ہے... یہ اس شخص کے گھٹیا وار کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے ہیں... یہ اپنے نقصان کا مداوا چاہتے ہیں.....“

”لیکن دیکھا جائے تو اس نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا... ہاں غیر اخلاقی کام ضرور کیا ہے... اور ہمارے قانون میں ایسا قدم اٹھانے والے کے لیے کوئی سزا نہیں ہے۔“

”میرا بھی یہی خیال تھا... اور میں انہیں اپنا خیال بتا چکا ہوں... لیکن اس کے باوجود ہم ان کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔“

”لیکن... غیر قانونی قدم تو آپ اٹھا نہیں سکتے... آخر قانون کے محافظ ہیں۔“

”بالکل۔“

”بس تو پھر صبر کریں... انہیں کوئی چھوٹا موٹا کاروبار اپنے پاس سے شروع کرا دیں۔“ وکیل بولے۔

”اس طرح انہیں سکون نہیں ملے گا... یہ ہمیشہ انتقام کی آگ میں جلتے رہیں گے... اور اس حال میں کہیں کوئی جرم نہ کر بیٹھیں۔ میں تو کسی ایسے طریقے کی تلاش میں ہوں کہ انہیں سکون مل جائے... ان کا کاروبار انہیں واپس

مل جائے۔''

''تب پھر اس بارے میں آپ بھی غور کریں اور میں بھی غور کرتا ہوں۔'' وکیل صاحب بولے اور جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''بس پھر ہم بھی چلتے ہیں ..اور مسٹر نابا اور اکرم بیگ ... آپ دونوں کو میرا مشورہ ہے کہ حد درجے محتاط رہیں...''

''جی اچھا!''

اور پھر وہ وہاں سے چلے آئے... سب چپ چپ تھے... کیونکہ اجمل کپاڈیہ کے خلاف کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں تھے جب کہ سب کے سب اسے سزا دلوانے کے لیے بے تاب تھے...

''ایک ترکیب میرے ذہن میں آتی ہے۔'' ایسے میں فرزانہ کی آواز ابھری۔

''چلو اچھا ہے... ان حالات میں ایک ترکیب بھی کافی ہے۔'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

باقی لوگ مسکرا دیے...

''ترکیب کا تعلق انکل خان رحمان سے ہے.. اور انہیں اس کیس کے بارے میں ابھی معلوم تک نہیں... لیکن اب انہیں شامل کرنا ہوگا...''

''پہلے ترکیب۔'' انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

''ترکیب یہ ہے کہ انکل خان رحمان اجمل کپاڈیہ کے ملازمین کو اس سے بھی چار گنا یا پانچ گنا تنخواہوں پر توڑ لیں اور ایک اس سے بھی عالی شان

ہوٹل خرید لیا جائے... اس طرح جو سلوک اس نے نابا سے کیا تھا... وہی اس کے منہ پر مار دیا جائے...''

''اس میں شک نہیں... ترکیب بہت زوردار ہے... اور اس پر عمل کیا جا سکتا ہے... کرو فون اپنے انکل کو۔''

فرزانہ نے خان رحمان کے نمبر ملائے... ان کی آواز سن کر بولی:

''انکل... کیا آپ ابھی اور اسی وقت ہمارے ہاں آ سکتے ہیں۔''

''ضرور... کیوں نہیں... میں تو سر کے بل آنے کے لیے تیار ہوں۔''

''نہیں نہیں... انکل... آپ گاڑی پر آ جائیں۔'' فرزانہ گھبرا کر بولی... خان رحمان ہنس دیے اور کہا، پہنچ رہا ہوں۔

ادھر وہ گھر پہنچے... ادھر خان رحمان... اب ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا گیا... اور فرزانہ کی ترکیب بھی انہیں سنائی گئی... وہ سنتے ہی بولے:

''بالکل ٹھیک... ہم اس کو سبق ضرور سکھائیں گے...''

''چلیے... یہ طے رہا... جب اس کے مقابلے میں ایک ہوٹل قائم ہو جائے گا تو کیا اس ہوٹل کے مالک نابا ہوں گے۔''

''بھئی میں ان کے ساتھ شراکت میں کام کرلوں گا...'' وہ بولے۔

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا... کتنا مزہ آئے گا... جب ہم آپ کے ہوٹل میں آیا کریں گے۔'' فاروق نے ننھے بچوں کی طرح کہا...

دوسرے دن ابھی وہ ناشتا کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی... وہ چونک اٹھے... فاروق نے فوراً کہا:

"ابا جان! یہ فون نہ سنیے گا... اس سے خوف کی بو آ رہی ہے۔"

"خوف کی بو... کیا مطلب... خوف کی بھی بو ہوتی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا... ابا جان۔" اس نے بھولپن سے کہا۔

اور وہ مسکرا دیے... پھر انسپکٹر جمشید نے فون سنا اور ساکت رہ گئے:

"کک... کیا ہوا ابا جان۔"

"فاروق کا خیال درست نکلا..."

کک... کیا مطلب... کیا ہوا۔" فاروق چلا اٹھا۔

"اجمل کپاڈیہ کو قتل کر دیا گیا ہے... اور نابا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

☆☆☆

دو چیز

چند لمحوں تک وہ ایک دوسرے کی طرف خالی نظروں سے دیکھتے رہے... آخر فرزانہ کی آواز ابھری:

"یہ کیا ہوا ابا جان... نابا نے یہ کیا کیا... اس نے تو ہماری ساری باتیں مان لی تھیں... اور ہم اجمل کپاڈیہ سے نبٹنے کے لیے تیار بھی ہو چکے تھے... اس کی ترکیب بھی اسے بتا دی تھی... پھر ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں خود الجھن اور پریشانی محسوس کر رہا ہوں... خیر آؤ چلیں... پہلے اسی سے ملاقات کر لیں۔"

وہ اس علاقے کے پولیس اسٹیشن پہنچے... تھانے کے سب انسپکٹر کو جب ان کے بارے میں پتا چلا تو لپک کر دروازے پر آیا... علیک سلیک کے بعد انسپکٹر جمشید نے کہا:

"ہم نابا سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... وہ قاتل... جسے رات رنگے ہاتھوں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"ہمیں ابھی تفصیلات معلوم نہیں... یہ آپ سے سن رہے ہیں کہ اسے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے... بہر حال ہمیں اسی سے ملنا ہے۔"

"آیئے آیئے۔"

وہ انہیں حوالات کے دروازے تک لے آیا... کانسٹیبل کو اشارہ کیا کہ تالا کھول دے... اس نے فوراً تالا کھول دیا... وہ اندر داخل ہوئے... نابا انہیں دیکھتے ہی اچھل پڑا اور بول اٹھا:

"میرا دل کہہ رہا تھا، آپ ضرور آئیں گے۔"

"لیکن مسٹر نابا... یہ آپ نے کیا کیا؟" انسپکٹر جمشید دکھ بھرے لہجے میں بولے۔

"میں نے... میں نے کچھ بھی نہیں کیا... یہ سراسر الزام ہے... اس قتل سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں۔"

"لیکن خبر یہ ہے کہ آپ کو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے۔"

"نہ صرف رنگے ہاتھوں... بلکہ ان کے ہاتھ میں تو پستول بھی تھا... انہوں نے اجمل کپاڈیہ پر فائر کرنے کے بعد اس کی لاش پر پستول کو کسی خنجر کی طرح بار بار مارا... اس سے پورا پستول خون آلود ہو گیا... ان کا ہاتھ بھی خون سے بُری طرح لتھڑا ہوا تھا... اس حالت میں انہیں گرفتار کیا گیا..."

"اور یہ کہہ رہے ہیں... یہ بے گناہ ہیں... بھلا کون یقین کرے گا ان کا... اور ان کا وکیل ان کے لیے کیا کر سکے گا... افسوس... انہوں نے بہت غلط قدم اُٹھایا... اب جیل میں زندگی گزرے گی یا پھانسی پائیں گے۔" انسپکٹر جمشید

نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"نن... نہیں... نہیں۔" وہ چلا اٹھا۔

"اچھا تو پھر... آپ بتائیں... کیا ہوا تھا... آپ اجمل کپاڈیہ کے گھر کیوں گئے تھے۔"

"میں ہرگز وہاں نہیں گیا۔"

"دیکھا آپ... انہیں وہاں لاش پر پستول برساتے ہوئے گرفتار کیا گیا... اور..."

"ایک منٹ... یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"اس لیے کہ خود میں نے ہی تو گرفتار کیا ہے انہیں۔"

"اوہو اچھا... آپ کو فون کس نے کیا تھا۔"

"اجمل کپاڈیہ کی بیگم نے... خوف کے عالم میں فون کیا تھا کہ ان کے گھر میں کوئی دیوار پر چڑھ کر داخل ہوا ہے... اور سیدھا میرے شوہر کے ذاتی کمرے میں داخل ہوا ہے... اندر داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ بند کر دیا... اندر سے بہت خوفناک آوازیں آ رہی ہیں... لہٰذا آپ فوراً آئیں... اس طرح میں فوراً وہاں پہنچا... لیکن اس سے پہلے یہ ظالم بے چارے کپاڈیہ کو ہلاک کر چکا تھا... اور یہ فرار اس لیے نہیں ہو سکے کہ بیگم کپاڈیہ نے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا... اگر کہیں ان کی آنکھ نہ کھل جاتی تو یہ نکل لیے تھے... اس طرح یہ رنگے ہاتھوں پکڑے گئے... اب انہیں پھانسی سے کم سزا نہیں ہوگی... ان کے خلاف ثبوت مکمل ہے... خون آلود پستول ان کے ہاتھ سے میں نے خود لیا تھا..."

"لیکن اس خون آلود پستول پر ان کی انگلیوں کے نشانات نہیں ہو سکتے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے جناب... کمرے کا دروازہ خود میں نے کھولا تھا... جب میں اندر داخل ہوا تو ان کے ہاتھ میں پستول تھا اور پستول اور ہاتھ خون آلود تھے... اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس ثبوت موجود ہیں..." اس نے فخر کے انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا..."

"سوری سر...... سرکاری وکیل میرے پاس آئے تھے... انہوں نے مجھے اس بارے میں کسی کو بھی کچھ بتانے سے منع کر دیا ہے... لہٰذا آپ کو جو پوچھنا ہو، انہیں سے پوچھیں۔"

"اچھی بات ہے... مسٹر نابا... آپ کیا کہتے ہیں... آپ اگر اپنے گھر سے اجمل کپاڈیہ کے گھر نہیں گئے تو آپ وہاں سے گرفتار کیسے کر لیے گئے... یا پھر آپ یہ کہیں کہ آپ کو ان کے بیان کے مطابق اجمل کپاڈیہ کے کمرے سے گرفتار نہیں کیا گیا۔"

"گرفتار انہوں نے مجھے وہیں سے کیا ہے... لیکن میں اپنے گھر سے ہرگز اجمل کپاڈیہ کے گھر کی طرف روانہ نہیں ہوا... میں تو معمول کے مطابق گھر میں سویا تھا... ہوش آیا تو میں اس کمرے میں تھا... جہاں اجمل کپاڈیہ کی لاش پڑی تھی... پستول میرے ہاتھ میں تھا... میرا ہاتھ اور پستول پوری طرح خون آلود تھے... ابھی میں کچھ بھی سمجھ نہیں پایا تھا کہ دروازہ زوردار

آواز کے ساتھ کھلا اور انہوں نے مجھے ہتھکڑیاں پہنا دیں..." یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا...

وہ سوچ میں ڈوب گئے... آخر بولے:

"ٹھیک ہے... اگر آپ نے یہ جرم نہیں کیا تو پھر آپ کو سزا بھی نہیں ملے گی... اور اگر یہ جرم آپ نے کیا ہے تب ہم آپ کے لیے کچھ نہیں کریں گے۔"

"میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں... ان حالات میں کون میری بات پر یقین کرے گا... آپ خود سوچیں۔"

"ہم یقین کریں گے... ذرا آپ میری آنکھوں میں دیکھیے۔"

"جی... کیا کہا آپ نے... آپ کی آنکھوں میں دیکھوں۔"

"ہاں! دیکھیے میری آنکھوں میں۔" انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

اور پھر اس نے ان کی آنکھوں میں جھانکا... اسی وقت انہوں نے سرسراتی آواز میں کہا:

"کیا یہ قتل آپ نے کیا ہے۔"

"نہیں... بالکل نہیں... لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں اپنے گھر سے کپاڈیہ کے گھر کیسے پہنچا... کمرے میں کس طرح داخل ہوا... میرے ہاتھ میں پستول کیسے آیا... ویسے بات یہ ہے کہ مجھے تو پستول چلانا آتا ہی نہیں۔"

"توبہ توبہ... کس قدر سفید جھوٹ ہے یہ..." سب انسپکٹر نے کانوں کو ہاتھ لگائے اور بڑا سا منہ بنایا۔

وہ مسکرا کر رہ گئے... پھر انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا:

"اچھا نابا صاحب... ہم سے آپ کے لیے جو ہو سکا... کریں گے... امید تو ہو چلی ہے کہ آپ قاتل نہیں ہیں... لیکن پہلے ہم اپنی اس امید کو یقین میں بدلیں گے۔"

"جی! میں سمجھا نہیں... آپ کا یہ کہنے سے کیا مطلب ہے۔"

"فی الحال آپ کو ہم کچھ نہیں بتا سکتے... بس اللہ کو یاد کریں اور ہماری کامیابی کے لیے دعا کریں۔"

"اللہ آپ کو کامیاب کرے..."

"لیکن یہ بھی یاد رکھیں... اگر آپ مجرم ہیں اور ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے تو پھر ہم الٹا آپ کے خلاف کام کریں گے۔"

"اچھی بات ہے... جہاں تک میں جانتا ہوں... یہ جرم میں نے نہیں کیا..."

"ٹھیک ہے... ہم چلتے ہیں۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر باہر نکل آئے:

"کیا خیال ہے تم لوگوں کا..." انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف دیکھا۔

"اگر مسٹر نابا کا بیان سچا ہے... تب انہیں ان کے گھر سے بے ہوش کر کے یہاں لایا گیا... قاتل مسٹر کپاڈیہ کو پہلے ہی ہلاک کر چکا تھا... اور اس کے کمرے میں اس کی لاش پڑی تھی... خون فرش پر پھیلا ہوا تھا... اس حالت میں نابا کو لایا گیا... اس حالت میں انہیں ہوش آ گیا... اور ساتھ ہی سب انسپکٹر وہاں پہنچ گیا... اس نے انہیں گرفتار کر لیا۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے... اور اس کا مطلب ہے... ہمیں مسٹر نابا کے گھر کا... ارے۔" ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"کیا ہوا ابا جان۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"ہونا کیا ہے... بھئی نابا کا تو اس شہر میں کوئی گھر ہی نہیں ہے... وہ تو اپنے پرانے ساتھی... بلکہ ملازم اکرم بیگ کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا... اور اکرم بیگ، کیلا ہے... سوال یہ ہے کہ نابا کے غائب ہونے پر اس نے ہم سے رابطہ کیوں نہیں کیا۔"

"اوہ... اوہ... ہم تو اسے بھول ہی گئے... جلدی کیجیے ابا جان... لگتا ہے... بے چارہ اکرم بیگ بھی خیریت سے نہیں ہے۔" فرزانہ نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے باپ رے۔" محمود اور فاروق کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اب وہ تیزی سے اکرم بیگ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے... اس کا موبائل نمبر پوچھنا وہ بھول گئے تھے۔ جلد ہی وہ اس کے گھر کے سامنے پہنچ گئے... انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا اور تالے پر سیل لگی ہوئی تھی۔

"دھت تیرے کی... اس مکان کو تو پولیس سیل کر گئی ہے... اس کا مطلب ہے... پولیس نے اس گھر کا جائزہ لیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

پھر انہوں نے سب انسپکٹر کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر بولے:

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں... آپ نے اکرم بیگ کے گھر کی

تلاشی لی تھی... اکرم بیگ کے بارے میں آپ کو کچھ معلوم ہے؟"

"میں نے نابا سے اس کے گھر کا پتا پوچھا تھا... کیونکہ اس کا بیان تھا کہ وہ تو اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا، اس نے بتایا کہ وہ اپنے دوست اکرم بیگ کے گھر میں ٹھہرا ہوا ہے اور یہ کہ اس شہر میں اب اس کا کوئی گھر نہیں ہے... پہلے کبھی سب کچھ تھا... پتا معلوم کر کے میں وہاں گیا... وہاں تالا لگا ہوا تھا... تالا توڑ کر ہم اندر داخل ہوئے... اندر کوئی نہیں تھا... مکان کی تلاشی لینے پر ہمیں ایک تحریر ملی... وہ تحریر اجمل کپاڈیہ کے ہاتھ کی تھی... اس میں اجمل کپاڈیہ نے اقرار کیا تھا کہ اس نے کسی زمانے میں نابا کے ہوٹل کے تمام ملازم بھاری تنخواہوں کا لالچ دے کر توڑ لیے تھے... اور اس طرح نابا کا شان دار کاروبار تباہ و برباد ہو گیا تھا... وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا تھا... اب ظاہر ہے... اتنا عرصہ گزرنے پر جو وہ اس شہر میں آیا تھا اور اس نے زبردستی یہ تحریر اس سے لکھوائی تھی تو کوئی نیک ارادہ تو تھا نہیں اس کا... اور آخر اس نے کپاڈیہ سے اپنا انتقام لے لیا۔"

"ہوں اچھا... ہم بھی اپنے طور پر اس مکان کی تلاشی لینا چاہتے ہیں... خاص طور پر ہمیں اکرم بیگ کی فکر ہے۔ آخر وہ کہاں چلا گیا۔"

"جب ہم یہاں آئے تھے... اس وقت یہاں تالا لگا ہوا تھا... لہٰذا مجھے نہیں معلوم کہ اکرم بیگ نام کا شخص کہاں ہے۔"

"ٹھیک ہے... کیا ہم یہ تالا توڑ لیں۔"

"اس کے لیے تو پھر اجازت لینا ہو گی۔"

"ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے... ہم اپنے خصوصی اجازت نامے

کی وجہ سے اس سیل کو توڑ سکتے ہیں۔"

"اگر آپ کے پاس اس قسم کے اختیارات ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں... مجھ سے کسی نے پوچھا... تو آپ کے بارے میں بتا دوں گا۔" سب انسپکٹر نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" "آپ کا نام کیا ہے۔"

"سب انسپکٹر ریاض شاہ۔"

"شکریہ... ہم تالا کھول رہے ہیں۔"

اور پھر انہوں نے سیل توڑ ڈالی... اندر داخل ہوئے تو وہاں عجیب وحشت سی پھیلی ہوئی تھی... ایک دن پہلے جب وہ یہاں آئے تھے تو ہر چیز ترتیب سے رکھی تھی... اور اب یہاں کسی ترتیب کا دور دور تک پتا نہیں تھا... پولیس نے بہت بے دردی سے تلاشی لی تھی...

"اب ذرا ہم فرض کر لیتے ہیں۔"

"جی فرض کر لیتے ہیں... فرض تو حساب، الجبرا اور جیومیٹری کے سوالات میں کیا جاتا ہے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

وہ مسکرا دیے:

"فرض کیا... اس گھر کے دروازے بند تھے... اور کچھ لوگوں کو اغوا کرنا تھا نابا کو... اس صورت میں انہوں نے کیا کیا ہو گا... یہ تم لوگ بتاؤ۔"

"کچھ بتانے کے لیے اس پورے گھر کا اور گھر کے باہر کا جائزہ لینا ہو گا... اس لیے کہ ایسا کرنے والوں نے بھی تو یہی کیا ہو گا۔"

"تو لے لو... جائزہ... روکا کس نے ہے۔"

انہوں نے اس گھر کو خوب اچھی طرح دیکھا بھالا... جائزہ لیا... پھر باہر جا کر بھی ہر طرح دیکھا اور آخر اندر آ گئے... انسپکٹر جمشید اس وقت تک صرف اس کمرے کا جائزہ لیتے رہے تھے جس کمرے میں نابا سویا ہوا تھا... انہوں نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا:

"اندر داخل ہونا ذرا بھی مشکل نہیں ہے... مکان کے ایک طرف چھوٹا سا پائیں باغ ہے... اس کی دیوار زیادہ اونچی نہیں ہے... اس کو پھلانگ کر باغ میں آ سکتے ہیں... باغ میں ایک درخت ہے۔ سے بہت آسانی سے چڑھائی والا ... یعنی ترچھا چھت تک جا رہا ہے... چھت پر سیڑھیاں ہیں... جو نیچے صحن تک آتی ہیں... لیکن اوپر کوئی زینہ نہیں ہے... اس طرح پندرہ سال کا کوئی لڑکا تک آسانی سے اندر آ سکتا ہے... اکرم بیگ غریب آدمی ہے... اس نے کبھی حفاظتی انتظامات کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہوگا۔"

"ہوں... ضرور یہی بات ہے... اور میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا ہے۔" انہوں نے پر جوش انداز میں کہا۔

"تت... تو کیا آپ کو کوئی خاص چیز مل گئی ہے۔" محمود نے فوراً پوچھا۔

"ہاں! اللہ کی مہربانی سے... یہ دیکھو۔"
انہوں نے فرش کی طرف اشارہ کیا...

☆☆☆

کیا!!!

تینوں نے اس طرف دیکھا... وہاں ایک جوتے کا بہت واضح نشان موجود تھا... اور مزے کی بات یہ تھی کہ یہ نشان اور کہیں موجود نہیں تھا...

"یہ کیا بات ہوئی... پورے فرش پر صرف ایک نشان!" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"کچھ لوگ یہاں آئے ضرور تھے... اور آئے بھی ہوں گے، اس راستے سے جو تم نے دریافت کیا ہے... انہوں نے نابا کو بے ہوش کیا... ظاہر ہے رومال پر کلوروفارم لگا کر لائے ہوں گے... اس رومال کو سنگھا کر انہوں نے نابا کو بے ہوش کیا..."

"ایک منٹ ابا جان... کیا مسٹر نابا نے دروازہ اندر سے بند نہیں کر رکھا ہوگا..."

"ضرور کیا ہوگا... لیکن اس کمرے میں سامنے کی طرف ایک کھڑکی بھی ہے... اس کھڑکی میں اندر کی طرف کوئی کنڈی نہیں ہے... ظاہر ہے... ان میں سے ایک پہلے اس کھڑکی کے راستے اندر آیا ہوگا، پھر اس نے دروازہ

کھول دیا ہوگا اور وہ نابا کو اٹھالے گئے... لیکن جاتے وقت انہوں نے اپنے جوتوں کے نشانات صاف کر دیے تھے... بس یہ ایک نشان رہ گیا... سوال یہ ہے کہ کیوں؟" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید بھرپور انداز میں مسکرا دیے۔

"جی کیا مطلب... سوال یہ ہے کہ کیوں... یعنی یہ نشان صاف ہونے سے کیوں رہ گیا... یا انہوں نے اس نشان کو کیوں صاف نہیں کیا..."

"ہاں! میں یہی بات پوچھنا چاہتا ہوں تم سے۔"

"لیکن ہم سے کیوں... آپ یہ بات اس سے پوچھیں... جس نے یہ کیا ہے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"حد ہوگئی... بھئی اسی کو پکڑنے کے لیے تو ہم بھاگ دوڑ کر رہے ہیں... اب تم بتاؤ... انہوں نے یہ نشان کیوں چھوڑ دیا... اگر باقی نشانات مٹائے تھے تو یہ کیوں نہیں مٹایا۔"

"ہمیں سوچنے کی مہلت دیں۔"

"اچھی بات ہے... تم لوگوں کو ایک منٹ دیا۔"

"واہ... بہت سخی ہو رہے ہیں آج کل... دیا بھی تو ایک منٹ۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"میں نے جان لیا۔" محمود پکار اٹھا۔

"چلو پھر بتاؤ... جانے سے پہلے انہوں نے اپنے جوتوں کے نشانات مٹانا تھے... یہ کام انہوں نے ایک کے ذمے لگایا... باقی باہر نکل گئے... کم از کم وہ ایک سے تو زیادہ ہی تھے... بہرحال ایک نشانات مٹانے

کے لیے کمرے کے فرش پر ہی رہ گیا... اب اس نے نشانات مٹانے شروع کیے... لیکن باہر نکلتے وقت یہ ایک نشان پھر بھی رہ گیا... اور یہ نشان اس سے باہر نکلتے وقت رہ گیا... لیکن یہی نشان ہمارے کام آئے گا... اکرام کو فون کرو، تاکہ اس نشان کو محفوظ کر لیا جائے۔"

"جی اچھا!" محمود نے کہا اور فون کرنے لگا...

"ایک اور چیز بھی ملی ہے..." انسپکٹر جمشید ان کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے۔

"اور وہ کیا ابا جان؟"

"ایک رومال... اس کے کونے پر نیلے رنگ کا ایک پھول بنا ہوا ہے..."

"اس کا مطلب ہے... ہمارے ہاتھ ایک قاتل کا رومال بھی لگ گیا ہے..."

"ہاں! اب اگر رومال نابا یا اکرم بیگ کا نہیں ہے... تو ظاہر ہے... یہاں سے نابا کو اغوا کر کے لے جایا گیا ہے اور اس کی کہانی سچی ہے... اگر اس کی کہانی جھوٹی ہے... اور وہی قاتل ہے تو پھر یہاں اس نشان اور اس رومال کا کیا کام..."

"اب یہ تو مسٹر نابا ہی بتائیں گے... یہ رومال ان کا ہے یا نہیں۔"

"گویا ہمیں ایک بار پھر حوالات جانا ہوگا..."

"کوئی بات نہیں... پھر کیا ہوا... ہمارا کام ہی ایسا ہے... بعض

اوقات ایک آدمی سے بار بار ملاقات کرنا پڑتی ہے... آؤ چلیں..."

وہ اسی وقت پولیس اسٹیشن پہنچے... سب انسپکٹر ریاض شاہ نے ان کی طرف حیران ہو کر دیکھا:

"خیر تو ہے... آپ بہت جلد لوٹ آئے۔"

"جس کمرے میں نابا ٹھہرا ہوا تھا، اس سے ہمیں دو چیزیں ملی ہیں... ہم ذرا اس سلسلے میں مسٹر نابا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"او کے... آیئے۔"

وہ انہیں پھر حوالات میں لے آیا... فرش پر جوتوں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے نشانات کو غور سے دیکھا اور پھر بری طرح اچھل پڑے۔ ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... ان کی اس درجے حیرت کو ریاض شاہ نے بھی بھانپ لیا... چنانچہ اس نے فوراً کہا:

"آپ کو کس بات پر حیرت ہے؟"

"کک... کچھ نہیں... مسٹر نابا... کیا آپ اس رومال کو پہچانتے ہیں۔" یہ کہہ کر انھوں نے رومال اس کے سامنے لہرایا... اس نے رومال کا بغور جائزہ لیا... اور پھر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے...

"یہ... یہ رومال کس کا ہے۔"

"یہی تو ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب... مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں... میرا اس سے کیا تعلق۔"

"مطلب یہ کہ یہ آپ کا نہیں ہے۔"

"نہیں... بالکل نہیں... لل... لیکن میں اس رومال کو پہچانتا ہوں..." اس نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

"اچھا... کس کا ہے یہ رومال۔"

"اجمل کپاڈیہ کی بیوی نجمہ خانم کا... میں نے چند دن تک ان کی کوٹھی کی نگرانی کی ہے... یہ رومال اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ شاید وہ نزلے کی مریض ہے۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلا اٹھے... ان کے ساتھ سب انسپکٹر ریاض شاہ بھی چلایا تھا... لیکن اس کی آواز میں خوف شامل تھا... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس رومال کو دیکھ رہا تھا...

"آپ کو کیا ہوا؟"

"ہونا کیا تھا... بس کچھ نہیں ہوا... میں یہ سن کر حیرت زدہ ہو گیا ہوں کہ یہ رومال اجمل کپاڈیہ کی بیوی کا ہے... آخر اس رومال کا نابا کے کمرے میں کیا کام..."

"اس سوال کا جواب ہمیں فوری طور پر... اجمل کپاڈیہ کی بیگم سے معلوم کرنا ہوگا..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں ان سے۔" یہ کہہ کر سب انسپکٹر حوالات کے کمرے سے نکلنے لگا۔

"نہیں آپ نہیں... یہ کام ہم خود کریں گے... محمود... فاروق... تم

جاؤ... کپاڈیہ کی بیوی سے ملاقات کرو... اس کی آنکھوں کے سامنے اچانک یہ رومال لہراؤ... سنا تم نے... اچانک جیب سے نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرانا ہے۔"

"جی اچھا!" محمود نے کہا اور جانے کے لیے مڑا... فاروق اس کے ساتھ چل پڑا۔

"تو یہ کام میں کیوں نہ کروں..." سب انسپکٹر نے منہ بنایا۔

"نہیں... آپ نہیں... یہ کام ہم کریں گے۔"

"لیکن جناب! یہ میرا علاقہ ہے... یہاں ہر کام مجھے کرنے دیں... یا کم از کم مجھے ساتھ رکھیں... ورنہ مجھے افسران کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔"

"نہیں ہونا پڑے گا۔" وہ مسکرائے۔

"بھلا کیوں نہیں ہونا پڑے گا..." اس نے قدرے جل کر کہا۔

"اس لیے کہ اب یہ معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہے... میں آپ کو لکھ کر دے دیتا ہوں... ارے تم دونوں گئے نہیں۔" انھوں نے محمود اور فاروق کی طرف سخت نظروں سے دیکھا...

وہ فوراً گھومے اور باہر کی طرف بڑھے۔

"میں ساتھ جاؤں گا... یہ میری ڈیوٹی ہے... آخر آپ مجھے کیوں روک رہے ہیں۔" اب سب انسپکٹر کا لہجہ ناخوشگوار ہو گیا۔

انسپکٹر جمشید کو حیرت سی ہوئی... آخر انہوں نے کہا...

"ٹھیک ہے... آپ بھی ساتھ جائیں... بلکہ میں بھی چلتا ہوں۔"

"آپ... آپ کیا کریں گے بھلا... اتنے سے کام کے لیے اتنے لوگوں کو جانے کی کیا تک ہے۔"

"تب پھر آپ کے جانے کی بھی کیا تک ہے..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میرا تو یہ علاقہ ہے۔"

"بات بلاوجہ لمبی ہو گئی... اب جائیں گے تو سب جائیں گے... یا پھر میں اور آپ نہیں جائیں گے... صرف یہ جائیں گے۔"

"اوکے... آپ کی مرضی... ان دونوں کو بھیج دیں... میں یہیں رک جاتا ہوں۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

ادھر محمود اور فاروق اس وقت تک اپنی کار کے نزدیک پہنچ چکے تھے... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... گاڑی پر بیٹھے اور چل دیے... وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کے والد اس کارروائی میں سب انسپکٹر ریاض شاہ کی شرکت نہیں چاہتے تھے...

انہوں نے گاڑی پوری رفتار پر چھوڑ دی... جلد ہی وہ کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے... انہوں نے دیکھا... کوٹھی میں تعزیت کے لیے لوگ آجا رہے تھے... محمود نے فوراً ان کے دروازے کی گھنٹی بجائی... جلد ہی ایک ملازم نے دروازہ کھولا:

''ہمیں بیگم کپاڈیہ سے ملنا ہے... ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔''

''اوہو اچھا... میں انہیں بتاتا ہوں۔''

''بلکہ ہم بھی ساتھ ہی چلتے ہیں۔''

''وہ ناراض ہوں گی... مجھ پر بگڑیں گی۔''

''انہیں ہمارے بارے میں بتا دینا کہ فوری ضرورت کے تحت آئے ہیں... ہم باہر نہیں رک سکتے... آپ کے ساتھ اندر چلیں گے... تاہم ان کے کمرے میں اجازت لینے کے بعد داخل ہوں گے... یا وہ باہر آجائیں۔''

''اچھی بات ہے... یونہی سہی... لیکن اگر وہ ناراض ہوئیں تو ذمے دار آپ ہوں گے۔''

''آپ فکر نہ کریں۔'' محمود نے مسکرا کر کہا۔

پھر وہ اس کے ساتھ چلتے اس کمرے تک آئے... ملازم اندر چلا گیا... جلد ہی اس نے دروازہ کھول کر انہیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ اندر داخل ہوئے تو ملازم باہر نکل گیا۔ اندر عورتیں بھری پڑی تھیں۔ وہ مسز کپاڈیہ کو باہر نکال لائے۔

''یہ کیا... تم لوگ تو بچے ہو... ملازم نے بتایا تھا... پولیس آئی ہے۔'' اس کا لہجہ ناخوش گوار تھا۔ انہوں نے دیکھا... وہ ایک ادھیڑ عمر کی خوب صورت عورت تھی... رنگ سرخ اور سفید تھا... آنکھیں قدرے سرخ تھیں۔

''ہمارا تعلق پولیس سے ہی ہے... ہمارے پاس ایک چیز ہے... وہ ہم آپ کو دکھانا چاہتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... دکھائیے پھر۔''

محمود نے جیب سے رومال نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا... وہ بہت زور سے اچھلی... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی:

''یہ... یہ تو میرا رومال ہے... آپ لوگوں کو کہاں سے ملا۔''

''ایک ایسے کمرے سے... جہاں نابا روپوش تھا......''

''کیا!!!'' وہ پوری قوت سے چلا اٹھی... اس کی آنکھوں میں خوف ہی خوف دوڑ گیا۔

''یہ... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔'' اس نے انہیں گھورا۔

''یہ رومال ہمیں نابا کے کمرے سے ملا ہے۔''

''نابا... کون نابا۔''

''جس نے قتل کیا ہے... آپ کے خاوند نے کسی زمانے میں اس پر ظلم کیا تھا... اس کا کاروبار تباہ و برباد کیا تھا... اور خود بہت بڑے کاروبار کے مالک بن گئے تھے... اس وقت سے لے کر آج تک نابا انتقام کی آگ میں جلتا رہا، اس آگ سے پیچھا چھڑانے کے لیے وہ شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا... لیکن انتقام کی آگ نے اسے چین نہ لینے دیا... یہاں تک کہ وہ ایک مدت بعد پھر یہاں آگیا... اس نے پہلے تو اس کوٹھی کی نگرانی کی... اجمل کپاڈیہ کے معمولات معلوم کیے... اس دوران اس نے آپ کو بھی کوٹھی سے نکلتے آتے جاتے دیکھا... آپ کے ہاتھ میں یہ رومال بھی اس نے غالباً نزدیک سے دیکھا... ویسے اس رومال کا رنگ بہت عجیب ہے... اس قسم کے رومال عام طور پر دیکھنے

میں نہیں آتے، شاید اسی لیے نابا کی آنکھوں میں یہ رومال محفوظ ہو گیا... اس نے
دیکھتے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ سبز کپاڈیہ کا ہے۔"

"ہاں! یہی بات ہے... لیکن یہ رومال مجھ سے کہاں گرا اور کیسے
گرا... یہ مجھے معلوم نہیں... اس کا مطلب ہے... یہ سڑک پر سے نابا نامی شخص کو
مل گیا تھا... اور اسی لئے یہ اس کے کمرے سے آپ کو ملا ہے......"

"جی نہیں... یہ آپ نے خود نابا کے کمرے میں گھبراہٹ کے عالم
میں گرایا تھا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب...... کیا بکواس کر رہے ہیں آپ...... اتنے پریشان کن
ماحول میں ایسی بات کہتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہیے۔ جس شخص کو میں جانتی
ہی نہیں بھلا اس کے گھر کیسے جا سکتی ہوں...... کس بنیاد پر اتنی بڑی بات کہہ دی
آپ نے......"

"فرش پر رہ جانے والے ایک جوتے کا نشان کی بنیاد پر... آخر آپ
کو اپنے شوہر کو قتل کرنے کی ضرورت کیا تھی۔"

"کیا......!!!"

وہ چلا اٹھی......

☆☆☆

ن... نہیں

چند لمحے تک وہ وحشت زدہ آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتی
رہی... پھر تھر تھر کانپتی آواز میں بولی:

"نہیں... نہیں... یہ مجھ پر سراسر الزام ہے..."

"تب پھر آپ کا رومال اور سب انسپکٹر ریاض شاہ کے جوتے کا
ایک نشان نابا کے کمرے میں کیوں ملا......"

وہ حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھتی رہی... پھر اس نے نفی
میں سر ہلا دیا:

"نہیں... مجھے نہیں معلوم۔"

"آپ کے حق میں بہتر ہے کہ سچ سچ بتا دیں... آپ نے اس
واردات میں کس سے مدد لی ہے... اگر نہیں بتائیں گی تو پھر آپ خود پھنسیں
گی... عدالت کے لیے یہ رومال کافی مضبوط شہادت ہے۔ لاش کے پاس
رومال پایا گیا ہے... اور آپ کی ایک جوتی کا نشان بھی فرش پر ملا ہے... اس کا
مطلب ہے... آپ قتل کے وقت خود کمرے میں موجود تھیں... اب یہ بھی سن

لیں... جوتے کا کوئی اور نشان وہاں اس لیے نہیں ہے کہ باقی جگہ پر خون پھیل گیا تھا... اور آپ کو آپ کے مددگار نے باہر کی طرف چھلانگ لگانے میں مدد دی تھی... اس طرح ایک نشان فرش پر رہ گیا... آپ کے ساتھی نے پھر کمرے میں داخل ہو کر نشان کو مٹانے کی جرأت نہیں کی... اس وقت آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم درمیان میں آ ٹپکیں گے... اور یہ معاملہ نئی کروٹ لے لے گا... آپ نے قتل کیوں کیا یہ تو خیر آپ خود ہی بتائیں گی...... لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ کا مددگار یہ پہلے سے نہیں جانتا تھا بلکہ قتل کے بعد یہ کسی طرح بھانپ گیا تھا کہ قتل آپ نے کیا جبکہ آپ نے تو بس یہ سوچا تھا... کہ پولیس انسپکٹر کو جو کہانی آپ سنا دیں گی، وہ اس پر یقین کرے گا... کیوں یہی بات ہے نا۔"

"نن نہیں۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"تب پھر... اس نے یہ کہا تھا کہ وہ جان گیا ہے... قتل آپ نے کیا ہے... لیکن وہ آپ کو بچا سکتا ہے... اس طرح اس نے آپ سے سوال کیا... آپ نے اسے کوئی بڑی رقم... یا اپنے زیورات دیے... اس طرح اس نے نابا کو گرفتار کر لیا... یہی کہانی ہے نا۔"

"ہاں ہاں... ہاں۔" یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"تو وہ سب انسپکٹر ریاض شاہ تھا... جس نے آپ سے سودا کیا اور آپ نے اپنی جان بچانے کے لیے ایسا کیا۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"تو اپنے شوہر کو آپ نے خود قتل کیا تھا۔"

"ہاں... مجھے نابا کی کہانی خود کپاڈیہ نے سنا دی تھی... میں اس کی بیوی ضرور تھی، لیکن میرے ماں باپ نے دولت کو دیکھ کر میری اس سے شادی کر دی تھی... یہ کسی صورت بھی اچھا شوہر نہیں تھا... بہت ظالم تھا... میں ہمیشہ اس سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں رہتی تھی... ایسے میں نابا کا معاملہ میرے سامنے آیا... نابا کو تحریر لکھ کر دینے کے بعد گھر آ کر میرے شوہر نے مجھے پوری کہانی سنائی تھی۔ اکرم بیگ اور نابا کا پتہ بھی مجھے انہوں نے ہی بتایا تھا وہ اس روز بہت پریشان تھے... بس میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ اگر ان حالات میں میں کپاڈیہ کو مار ڈالوں تو نابا پکڑا جائے گا... بلکہ میں خود ہی پولیس کو فون کر دوں گی... پھر میں نے ایسا ہی کیا... پستول لے کر اس کے کمرے میں چلی گئی اور اس پر فائر کر دیے... پھر سب انسپکٹر کو فون کر دیا... پستول وہیں گرا دیا... سب انسپکٹر نے آتے ہی ساری بات بھانپ لی... اس نے کہا... وہ مجھے قتل کے مقدمے سے بچا سکتا ہے... اگر میں اسے نقدی اور زیورات سے لا دوں... میں نے یہ بات مان لی... بلکہ میں نے ہی اس کو نابا والا قصہ بتایا...... نابا کے گھر کا پتہ صرف مجھے ہی معلوم تھا اس لئے مجھے ساتھ لے کر ریاض شاہ نابا کے دوست اکرم بیگ کے گھر گیا اور نابا کو بے ہوش کر کے اٹھا لایا..."

"اکرم بیگ؟"

اسے بھی وہاں سے لا کر اس نے کہیں بند کر رکھا ہے... تا کہ معاملہ

اور زیادہ پیچیدہ ہو جائے... یہ ہے کل کہانی...''

''افسوس! آپ نے اچھا کام نہیں کیا... شوہر سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ قانونی راستہ اختیار کر سکتی تھیں۔''

''میں نے یہ کوشش کئی بار کی ہے... لیکن وہ وکیلوں کو بھاری رقمیں دے کر مجھے ناکام بناتا رہا ہے... میں ان وکیلوں کے نام بتا سکتی ہوں... وہ عدالت میں گواہی دیں گے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے... لیکن اس طرح بھی آپ قتل کے جرم سے بچ نہیں جائیں گی... زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ عدالت آپ کو سزا کم دے دے گی۔''

''مجھے کوئی پروا نہیں... ایک بدترین آدمی سے نجات مل گئی... یہی بہت ہے...''

''تھا تو خیر وہ بدترین ہی... اس نے نابا کے کاروبار کا بھی بیڑہ غرق کیا تھا... شاید اسے اپنے انہی گناہوں کی یہ سزا ملی... یہ دولت اس کے کچھ بھی کام نہ آئی... کیا آپ کے بچے ہیں...''

''نہیں... میرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے۔''

''اچھی بات ہے۔''

محمود نے کہا اور اپنے والد کے نمبر ملانے لگا... سلسلہ ملنے پر اس نے ساری کہانی سنا دی... انہوں نے اسی وقت سب انسپکٹر ریاض شاہ کو گرفتار کرا لیا... پھر وہ سب پولیس اسٹیشن پہنچے... نابا کو حوالات سے نکلوایا... اسے ساری تفصیل سنائی... وہ یہ سن کر حیرت زدہ رہ گیا کہ اسے مجرم ثابت کرنے

کے لیے سب انسپکٹر ریاض شاہ نے بڑا کردار ادا کیا تھا... وہ یہ ساری تفصیل سن کر دھک سے رہ گیا...

''سوال یہ ہے کہ اب ان کے لیے کیا کیا جائے۔'' انسپکٹر جمشید نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ان کے لیے انکل خان رحمان کی خدمات حاصل کی جائیں گی... وہ انہیں کوئی چھوٹا سا ہوٹل کھولنے میں مدد دیں گے... اس کے بعد ترقی کر کے بڑے ہوٹل تک پہنچنا ان کا اپنا کام ہوگا... کیا خیال ہے مسٹر نابا۔''

''نہیں... میں خود محنت مزدوری کر کے اپنا کام چلاؤں گا۔''

''یہ اچھا جذبہ ہے... اب آپ کے انتقام کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا ہے... لہٰذا آپ پرسکون ہو کر اپنا کام شروع کریں اور معاشرے کے لیے ایک اچھے اور مفید آدمی ثابت ہوں... آپ پر جو یہ مصیبت آئی ہے... تو یہ بھی بلاوجہ نہیں آئی ہوگی۔'' انسپکٹر جمشید نے سوچ کے انداز میں کہا۔

''کیا مطلب؟''

''آپ کا ہوٹل بہت زبردست کامیاب جا رہا تھا... کیا آپ اپنی آمدنی میں سے غریبوں کا حصہ نکالتے تھے۔''

''نن... نہیں۔'' اس کے منہ سے نکلا۔

''ہر سال زکوٰۃ دیتے تھے۔''

''نن نہیں۔'' وہ بولا۔

''بس تو پھر! اور ظاہر ہے... آپ نماز بھی نہیں پڑھتے رہے ہوں

گے۔"

"جی نہیں ...... نماز تو میں باقاعدگی سے پانچ وقت کی پڑھتا ہوں...... بلکہ تہجد وغیرہ بھی ...... یہاں تک کہ روزے بھی پابندی سے رکھتا ہوں......" اس نے فوراً کہا۔

"لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے سوا دوسروں کی تکلیفوں اور پریشانیوں کے بارے میں کبھی نہیں سوچا ہوگا......"

"جی ہاں یہی بات ہے......"

"تو پھر آپ ضرورت مندوں کی مدد بھی نہیں کرتے رہے ہونگے۔"

"ہاں......"

"آپ توبہ کریں...... کیونکہ صرف ظاہری دیندار بننا ہی کافی نہیں ہے...... اصل مقصد تو نوع انسانی کی فلاح ہے...... غریبوں، پریشان حالوں، مصیبت زدوں اور ضرورت مندوں کی مدد بھی نہایت ضروری ہے۔ دین کے احکامات کو پڑھنا اور دن رات دہرانا ہی کافی نہیں...... ان پر عمل کرنا کہیں زیادہ اہم ہے...... نماز اور روزہ تو ہم اپنی ذات کی خاطر کرتے ہیں۔ اصل دین تو مجبوروں، لاچاروں اور مجبوروں کی مدد ہے۔ آپ تمام عمر عبادات میں مشغول رہیں...... لیکن انسانیت کی فلاح بھی اسی شدومد سے نہ کریں تو سب لاحاصل ہے، البتہ اس کہانی نے آپ کو نئے سرے سے ایک موقع دیا ہے... ورنہ سب انسپکٹر ریاض شاہ نے آپ کو پکا مجرم ثابت کرنے کا منصوبہ بنالیا تھا۔"

"م... میں... اب یہ... سب کروں گا..."

"انشاءاللہ!" ان سب کے منہ سے نکلا اور پھر ان کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں۔

----- ------☆☆☆----------